بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفرقان

(یعنی)

علوم و محاسن قرآن مجید کی اشاعت اور عقائدِ قرآنی کی افضلیت و برتری بیان کرنے والا اور دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے جواب دینے والا ماہنامہ

شوال ۱۳۷۱ سنہ ھ
بابت ماہ جولائی ۱۹۵۲ سنہ ء

مقامِ اشاعت
احمد نگر۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ
(پاکستان)

سالانہ چندہ۔ پانچ روپے
فی نسخہ۔ آٹھ آنے

ایڈیٹر
ابو العطاء
جالندھری

الفرقان کے لئے رفقاء

گزشتہ اشاعت میں خاکسار نے تحریک کی تھی کہ رسالہ الفرقان کی توسیع اشاعت کے سلسلہ میں احباب اعانت فرماویں۔ جس کی یہ صورت ہوگی کہ رسالہ کے ایسے معاون دوست بارہ روپے سالانہ یا ایک روپیہ ماہانہ چندہ ادا فرماویں۔ اِس تحریک پر جن احباب نے لبیک کہا ہے اُن کے نام شکریہ کے ساتھ دُعا کی درخواست کے طور پر درج ذیل ہیں:۔

(۱) جناب شیخ محمد حنیف صاحب کوئٹہ

(۲) „ منشی نورالدین صاحب خوشنویس ربوہ

(۳) جناب حافظ بدرالدین صاحب احمد نگر

(۴) جناب چودھری اقبال احمد اختر صاحب گھٹیالیاں

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان دوستوں کو جزائے خیر دے اور دوسرے احباب کو بھی اِس نیک کام میں شمولیت کی توفیق بخشے۔ آمین!

اللہ تعالےٰ کے ارشاد تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی یہ ایک عمدہ ترین صورت ہے۔

الفرقان کا "خاتم النبیین نمبر"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے۔ قرآن مجید سے بہتر اِس لقب کی حقیقت کسی اور جگہ سے نہیں مِل سکتی۔ الفرقان کا آئندہ نمبر قرآنی حقائق کی روشنی میں خاتم النبیین نمبر ہوگا۔ مضمون نگار احباب اِس موضوع پر قرآن پاک کے نقطۂ نگاہ سے مضامین ارسال فرمائیں۔ (نوٹ) "خاتم النبیین نمبر" اپنی پوری شان سے وسط ستمبر میں شائع ہوگا۔ یہ پرچہ یکصد صفحات پر مشتمل عمدہ کاغذ پر طبع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

ایڈیٹر الفرقان

الفرقان

بابت ماہ جولائی ۱۹۵۲ء

فہرست مضامین!

(ابو العطاء جالندھری پرنٹر و پبلشر نے خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا میں چھپوا کر دفتر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الرابطة بين البلاد الاسلامية

رسالة القرآن عالمية

ان بلاد المسلمين ذات نطاق واسع فی أقاصی ارض الله من مشرقها الی مغربها، وفيها مئات مليون من عباد الله المسلمين، وانهم لقوة عالمية لا يستهان بها، لو كانوا كتلة واحدة وامة متحدة ولو كانوا مسلمين وان الدين الاسلامی له صبغة خاصة وله خلق خاص به وحينما كان المسلمون متمسكين بهذا الدين الحنيف كانت لهم سيادة وعظمة وفخار ولكنهم حين نبذوا كتاب الله، القرآن المجيد وراء ظهورهم واصبحوا احزاباً سياسية وفرقاً وطنية، تفككت عراهم وتشتت كلمتهم ودخل فی قلوبهم الوهن والخور، وقد قال النبی صلى الله عليه وآله وسلم "ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواماً ويضع به آخرين -"

والحالة الراهنة فی العالم الاسلامی لا تسر احداً من المخلصين من ابناء الاسلام ولكنهم لا يدرون ما الدواء الناجع لهذه الامراض المتفشية فی المسلمين فی بقاع الارض كلها وليس هناك فی العالم الاسلامی مركز دينی يعتنی بشؤون المسلمين فهل من راقٍ اَوْ داقٍ ؟

ونحن بدورنا لا نعلم رابطة متينة الا رابطة الدين، ومما يؤسف له ان جل المسلمين علی المعمورة لا يمتون الی الاسلام بصلة متينة، وانما هم مسلمون بالاسم فقط وقد أعمت السياسة الحزبية عيونهم وفرقت بينهم تفريقاً شائناً، فالحبل الوحيد الذی يوحد بين المسلمين فی العالم هو القرآن المجيد وانما العمل بتعاليمه يجعل منهم مسلمين مخلصين متقربين الی ربهم الذی ينصرهم فی امورهم الدينية والدنيوية، نعم المولیٰ ونعم النصير -

وان رسالة القرآن عالمية تبشر الناس كافة بالنجاح والفلاح فی الدارين وان المسلمين هم أحق الناس بهذه البشارة ومن الواجب عليهم ان يحملوا هذه البشریٰ الی اهل سائر الديانات فی مشارق الارض ومغاربها ونحن نعتقد ان الحكومات الاسلامية وحدها لا تستطيع ان تتحمل هذه المسؤولية ومتی كانت حكومة ترفع لواء الاسلام وانما كان المتفانون فی حبه من رجال الله يضحون فی سبيل نشر الاسلام كل غال ورخيص وهؤلاء الرجال قد طوبهم الرسول عليه الصلوٰة والسلام فی قوله "بدأ الاسلام غريباً وسيعود كما بدأ فطوبیٰ للغرباء" وهؤلاء المخلصون فی دينهم هم الرابطة بين الاسلام وبين العالم اجمعه، والقرآن المجيد هو الرابطة بين البلاد الاسلامية واذا كان الناس فی هذه البلاد يمتثلون باوامر الله فی كتابه القرآن فهم أمة واحدة وهم كتلة واحدة ولهم صبغة واحدة دينية تربط بعضهم ببعض وهكذا يعود للمسلمين مجدهم الغابر وتتركز قوتهم حول مركز دينی واحد - ياليت قومی يعلمون وياليت قومی يعملون *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ | الفرقان | عدد ۷
بابت ماہ شوال ۱۳۷۱ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۵۲ء

قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی ترتیب

مستقل ترتیب اور ترتیب نزول میں فرق کی حکمت

تدریجی نزول کے مقاصد و فوائد

قرآن مجید کا نزول تدریجی طور پر قریباً تیئس ۲۳ برس میں مکمل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر تھوڑی تھوڑی آیات نازل ہوا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ کے ماتحت قرآن کریم کے نازل کرنے کیلئے یہ طریق اسلئے اختیار فرمایا تا دھیمی دھیمی بارش کی طرح جو زمین میں پوری طرح سرایت کر جاتی ہے قرآن مجید کی تعلیمات بھی انسانوں کے قلوب کی زمین میں راسخ ہو جائیں اور اس پاک کتاب کی آیات پوری طرح محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ (الاسراء ۱۰۶) کہ قرآن مجید کو ہم نے اسلئے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کیا ہے تا تو لوگوں پر آہستہ آہستہ پڑھا جائے اور ہم موقع بموقع اسکی آیات اُتارتے رہیں۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس طریق کے اختیار کرنے پر کفار کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ (الفرقان ۳۲-۳۳) کہ کافر جھنجھلا کر کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس نبی پر اکٹھا کیوں نازل نہیں کر دیا گیا۔ فرمایا کہ اسکا تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا بعض فوائد کے پیشِ نظر ہے۔ اوّل تو اس طرح تسلسلِ وحی سے رسول کے دل کو تقویت ہوتی ہے۔ دوسرے اس طرح قرآن مجید کا محفوظ اور مرتب ہونا زیادہ آسان ہے۔ تیسرے اس طریق سے کفار کے اعتراض کا یا مقابلہ میں پیش کی ہوئی بات کا وحی کے ذریعہ سے تازہ بتازہ جواب نازل ہوتا حقانیت کو بہت زیادہ واضح کر دینے والا ہے گویا قرآن مجید کے تدریجی نزول میں خود قرآن مجید کی حفاظت، رسول پاک کی تقویتِ قلب، مخالفین کے اعتراضات کی معین اور تازہ تردید اور مومنین کی ہر موقع کے مناسب تربیت مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ ان ہر چہار مقاصدِ عالیہ کے پیشِ نظر قرآن مجید کو تدریجاً نازل کرنا ضروری تھا اور یہ طریق قانونِ قدرت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر ۲۱) کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں ہم ان میں سے مناسب اور معلوم اندازے کے مطابق ہر چیز نازل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کا لفظی نزول بھی اسی ترتیب سے ہوا اور اسکا معنوی نزول

بھی اسی ترتیب سے ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ (الدھر ۲۳) کہ ہم نے ہی اِس ترتیب پر یہ قرآن تجھ پر نازل کیا ہے۔

ترتیب نزول کیسی ہونی چاہیئے

قرآن مجید سرزمین عرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہؤا۔ اس کے اوّل المخاطبین عرب لوگ تھے۔ الٰہی مشیت کا تقاضا تھا کہ ان عربوں کو حلقہ بگوشِ ایمان کر کے اور انکی اعلیٰ روحانی تربیت کے ذریعہ انہیں اصلاحِ عالم کیلئے پہلی بنیاد قرار دیا جائے۔ نزولِ قرآن کے وقت اہلِ عرب اعتقادی اور عملی طور پر پستی کے گہرے گڑھے میں تھے اسلئے ضروری تھا کہ نزولِ قرآن میں ایسی ترتیب ملحوظ رکھی جاتی جس سے یہ اہم مقصد بطریقِ احسن پورا ہو جاتا۔ ان کے شرکیہ عقائد کا قلع قمع ہوتا، انکی بداخلاقیاں بیخ و بُن سے اکھاڑ دیجاتیں اور ان میں روحانیت سرایت کر جاتی۔ اس مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے اور موقع کے مناسب آیات کی صورت میں نازل فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اہلِ عرب کی اصلاح کا مقصد اگرچہ نہایت اہم اور بنیادی ہے لیکن قرآن مجید کا یہی مقصد نہ تھا۔ قرآن مجید تو سارے جہانوں، ساری قوموں اور سارے زمانوں کیلئے مکمل دستور کی صورت میں نازل ہؤا ہے۔ اس کا خطاب عرب کے مشرکوں یا اُمیوں سے مخصوص نہ تھا وہ تو دُنیا کے ہر اسود و احمر کیلئے اور ہر عالم و جاہل کیلئے پیغامِ حیات لیکر آیا ہے۔ اس کا نصب العین تو ساری دُنیا کی اصلاح اور تربیت ہے۔ قرآن مجید جس طرح ایک عامی کیلئے عام فہم کتاب ہے وہ بڑے سے بڑے عالم اور فیلسوف کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کا دائمی کھلا صحیفہ ہے۔ وہ اوّلین و آخرین کے علوم پر مشتمل ربانی کلام ہے اور اسمیں وہ علوم بھی ہیں جن تک ابھی علمِ انسانی دماغ نہیں پہنچے۔ انسان اپنے انتہائی ارتقاء کے وقت بھی قرآن مجید کو ھدًی للعالمین پائینگے۔ قرآن بہرحال انسانی علوم سے آگے ہے۔

قرآن مجید کے عمومی مقصد اور نزول کے وقت کے مقصد میں یہ تفاوت واضح کر رہا ہے کہ ترتیبِ نزول کا ترتیبِ تلاوت یا ترتیبِ ترکیب سے مختلف ہونا ضروری ہے اور یہ اختلاف نہ صرف قابلِ اعتراض ہی نہیں بلکہ نہایت پُر حکمت ہے اور اسکے بغیر یہ دو مقاصد اپنے اپنے دائرہ میں پورے طور پر حاصل نہ ہو سکتے تھے۔ ترتیبِ نزول ایک وقتی اور ہنگامی چیز تھی اس کا ایک خاص قوم کے ذہنی ارتقاء اور اخلاقی تربیت سے تعلق تھا اور اسمیں اس غرض کو مدِ نظر رکھا گیا لیکن ترتیبِ تلاوت ایک عالمگیر اور ساری قوموں اور تمام طبقاتِ انسانی سے وابستہ چیز ہے اور اسمیں ان عمومی اصولوں پر بنیاد رکھی جانیوالی تھی جو ربُ الانسانوں کی تربیت اور انکے علمی ارتقاء سے مشترکہ طور پر تعلق رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا تشریح سے ظاہر ہے کہ ترتیبِ نزول کا مستقل ترتیب شریعت سے مختلف ہونا لازمی تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ ترتیب نزول کیسی ہونی چاہیئے تھی۔

ایک خطرہ اور اس کا ازالہ

مستقل ترتیب اور نزول کی ترتیب میں اختلاف کی صورت میں ایک خطرہ کا خدشہ تھا اور وہ یہ کہ اسطرح افراتفری پیدا ہو کر قرآن مجید کے بارہ میں ایسا اختلاف پیدا ہو جائیگا جو اسکی افادیت میں روک بن جائیگا۔ اس خدشہ کا ازالہ یوں ہو گیا کہ ایکطرف اللہ تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر) کہکر قرآن مجید کی لفظی اور معنوی حفاظت کا ذمہ لیا اور دوسری طرف فرمایا:-

اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ۝ (القیامۃ ۱۷-۱۹)

"اس قرآن کا جمع کرنا اور اسکی ترتیب کو قائم کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم اس ترتیب سے آگاہ کر دیں اور اسے قائم کر دیں تو ہر انسان اسکی پیروی کرے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کی صحیح تفسیر بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔" اس آیت کریمہ میں قرآن مجید کی مستقل ترتیب کا قیام کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اسمیں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی تھوڑی آیات نازل ہو رہی ہیں مگر آپ کا قرآن مجید کی تکمیل اور اسکی مستقل ترتیب کے قیام تک زندہ رہنا ضروری ہے آپ فوت نہیں ہو سکتے جب تک قرآن مجید کی مستقل ترتیب مکمل نہ ہو جائے۔ غور کرنیوالے انسان کیلئے تمی سورۃ کے الفاظ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَقُرۡاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ سے اس پیشگوئی کی عظمت عیاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے الہام کے مطابق نزول کے ساتھ ساتھ مستقل ترتیب بھی قائم فرما دی:۔ "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ یعلمهم ما نزل علیه من القرآن علی الترتیب الذی هو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل ایاه علی ذلک و اعلامه عند نزول کل آیة ان هذه الآیة تکتب عقب آیة کذا فی سورة کذا۔" ترجمہ:۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو قرآن مجید کی اس ترتیب کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے جو آج ہمارے مصحفوں میں موجود ہے کیونکہ جبرئیلؑ نے آپ کو ہر آیت کے نزول کے وقت اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ یہ آیت فلاں آیت کے پیچھے اور فلاں سورۃ میں رکھی جائے۔" (الاتقان جلد ا صفحہ ۶)

تاریخی طور پر یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے الہام الٰہی سے قرآن مجید کو موجودہ مستقل ترتیب کے ساتھ اُمت کے ہاتھوں میں دیا ہے۔ دشمنانِ اسلام بھی اِس تاریخی صداقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اسمیں انسانی قیاس اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ ابوبکر بن الانباری کہتے ہیں:۔

"انزل اللہ القرآن کله الی سماء الدنیا ثم فرقه فی بضع وعشرین فکانت السورة تنزل لامر یحدث والآیة جوابا لمستخبر و یوقف جبریل النبی صلی اللہ علیه وسلم علی موضع الآیة والسورة فاتساق السور کاتساق الآیات والحروف کله عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فمن قدم سورة او اخرها فقد افسد نظم القرآن۔" ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سارا مرتب قرآن دنیا کے آسمان پر نازل کیا پھر اسے تئیس ۲۳ سال میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر اُتارا۔ نئے معاملہ کیلئے جب سورۃ اُترتی یا کسی سائل کے جواب میں آیت نازل ہوتی تو جبرئیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سورۃ اور اس آیت کے رکھے جانیکی جگہ بتاتے تھے۔ پس قرآن مجید کی سورتیں بھی باہم اس طرح مربوط ہیں جس طرح اسکی آیتیں اور اسکے حروف۔ اور یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی سورہ کو اسکی موجودہ جگہ سے آگے پیچھے کرتا ہے وہ قرآنی ترتیب کو خراب کرتا ہے۔ (الاتقان جلد ا صفحہ ۶۲)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ ترتیبِ نزول کا اختلاف قرآن مجید کی مستقل ترتیب پر نہ اثر انداز ہو سکتا تھا اور نہ ہوا ہے۔

ترتیب نزول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ختم ہو کر محض ایک علمی مسئلہ بنکر رہ گئی تھی حضور علیہ السلام نے وعدۂ الٰہی کے مطابق اپنی وفات سے قبل اُمت کو مستقل ترتیب پر مرتب قرآن مجید دیدیا تھا۔ پس جو خطرہ عقلاً ممکن تھا وہ زائل ہو گیا۔

شیعہ رسالہ کا استفسار اور اس کا جواب ماہ نامہ "نور" کراچی لکھتا ہے :۔

"تمام مفسرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سب سے پہلی سورۃ جو حضرت پر نازل ہوئی وہ اقرأ باسم ربك الذی خلق ہے اور سب سے آخر میں نازل ہونیوالی آیت الیوم اکملت لکم دینکم ہے لیکن کس قدر عجیب بات ہے کہ اب سورہ اقرأ ۳۰ ویں پارہ میں ہے اور آیت اکملت سورہ مائدہ پارہ ۶ میں۔ کیا دنیا میں کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ ایسا نہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ تیرہ سو برس ہو گئے لیکن آج تک کوئی نہ سمجھا سکا کہ موجودہ سورتوں کی ترتیب کس مصلحت کی بنا پر ہے"

جہانتک ترتیب نزول اور ترتیب مستقل میں اختلاف کا سوال ہے یہ واقعہ ہے اس کا کسی نے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ باقی رہا یہ استفسار کہ ایسا اختلاف کیوں واقع ہوا اور سورتوں کی موجودہ ترتیب کس مصلحت کی بناء پر ہے؟ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اُمت کو بامرِ الٰہی اِس ترتیب کے اپنانے کی تلقین فرمائی اور اُمت نے بالاتفاق اسے قبول کیا۔ چنانچہ تیرہ سو برس سے سارے مسلمان صدہا فرقہ بندیوں کے باوجود اسی مستقل ترتیب پر قائم ہیں اور خود شیعوں کے ہاں بھی یہی ترتیب رائج ہے۔ یہ ایک توقیفی امر ہے اِس بارے میں اگر کسی کو حکمت اور مصلحت سمجھ نہ بھی آئے تب بھی اس کا ماننا فرض ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ترتیب نزول خاص حالات کے ماتحت اور خاص اول المخاطبین کی اصلاح کیلئے تھی۔ مستقل ترتیب ان حالات کے نتیجہ میں نہ تھی بلکہ وہ ہمہ گیر اصولِ شریعت و قواعد تربیت پر مبنی تھی اسلئے لازماً مستقل ترتیب نزول کی ترتیب سے مختلف ہونی چاہیئے تھی اور ہوئی۔ سطور بالا میں ہم اِس جواب کی کافی وضاحت کر چکے ہیں۔

موجودہ ترتیب دائمی ہے ایک اور طریق پر یوں سمجھئے کہ قرآن مجید کی مستقل ترتیب ہمیشہ کیلئے ہے جس طرح اسکی آیات اور اسکے الفاظ میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہو سکتا اسی طرح اسکی ترتیب میں بھی رد و بدل ناممکن ہے۔ قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی سورتیں باہم مربوط ہیں اور ایک سلسلہ وار زنجیر کی کڑیاں نظر آتی ہیں اور پھر ہر سورۃ کی آیات اپنے اندر بے مثال ارتباط اور جوڑ رکھتی ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے کسی آیت کو بلکہ کسی آیت کے کسی لفظ کو اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ اگر ایسا کیا جائے تو مضمون کی ترتیب میں سخت خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اب ان سورتوں کے مکی یا مدنی ہونیکا سوال نہیں بلکہ اب تو جو سورہ جس جگہ رکھی گئی ہے اسی جگہ کیلئے مناسب ہے اسے اِدھر اُدھر بدلنے سے مضامین کی ساری لڑی بکھر جائے گی۔

جن مفسرین نے قرآن مجید پر اس کے ربط کے لحاظ سے غور کیا ہے انہیں قرآن مجید کی ترتیب میں صدہا نئے مضامین اور اچھوتے نکات معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کی ہر آیت اپنا ایک علیحدہ مفہوم رکھتی ہے اور پھر اس کا ایک مفہوم وہ ہے جو اسے دوسری آیات کے ساتھ سیاق و سباق میں رکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بیان محض خوش اعتقادی کی بات نہیں بلکہ تجربہ شدہ حقیقت ہے۔ اے کاش کہ لوگ قرآن مجید پر غور کرنے کے عادی ہوں +

تفسیر القرآن المجید

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے کون مراد ہے؟

بہائیوں کی غلط تفسیر کی تردید

اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود آیت ۱۸ میں فرمایا ہے:۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰى إِمَامًا وَّرَحْمَةً أُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر قائم ہے اور اسکے پیچھے اسکی طرف سے ایک عظیم الشان شاہد آنیوالا ہے اور اسکے پہلے موسیٰؑ کی کتاب بطور امام اور رحمت کے ہے (اپنے غیر کی طرح مفتری قرار دیا سکتا ہی) ایمان لانیوالے یہ لوگ تو اسے مانتے ہیں اور دنیا کے گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرتے ہیں یا کرینگے تو انکا ٹھکانا آگ ہوگی۔ تو اسکے بارہ میں کوئی شک نہ کر وہ تیرے رب کی طرف سے حق پر قائم ہے لیکن ہنوز اکثر لوگ ایمان نہیں لائے ہے۔"

تفسیر:۔ اس آیت میں أَفَمَنْ موضع رفع پر ہے کیونکہ یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے۔ آیت کی تقدیر یوں ہے "أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ كَغَيْرِهٖ" (اعراب ابی البقاء جلد ۲ صفحہ ۱۹) کہ جو شخص یہ تین چیزیں رکھتا ہے کیا وہ ایسے شخص کی طرح سمجھا جا سکتا ہے جسے ان میں سے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔

آیت میں لفظ مَنْ عام ہے لیکن اس جگہ اس سے شخص واحد مراد ہے اسلئے تمام ضمائر بصیغہ واحد مذکور ہیں۔ اس شخص واحد کی تعیین ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے مختص ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے کیلئے تین دلائل تینوں زمانوں (حال مستقبل اور ماضی) سے متعلق بیان فرمائے ہیں زمانہ ماضی کے لحاظ سے "ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماماً ورحمۃ" کو ذکر فرمایا کیونکہ تورات میں حضور علیہ السلام کے مثیل موسیٰؑ ہونے کیلئے متعدد بشارتیں موجود تھیں وہ سب پیشگوئیاں یہود و نصاریٰ کو حضور علیہ السلام کی طرف رہنمائی کرتی تھیں زمانہ حال یا حاضر کے لحاظ سے فرمایا أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کہ حضورؐ پر اس زمانہ میں نازل ہونیوالے نشانات و معجزات آپؐ کی صداقت پر ناطق دلیل ہیں۔ زمانہ مستقبل کے بارہ میں فرمایا وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کہ آئندہ آپ کی صداقت پر وہ عظیم الشان شاہد گواہ ہوگا جو آپ کا متبع ہوگا اور جسکی کل برکات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مستفاد ہوں گی۔

سیاقِ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بیان ہے۔ یہ بیان تینوں زمانوں پر حاوی ہے۔ آیت کا حصہ ویتلوہ شاھد منہ زمانہ مستقبل کی دلیل پر مشتمل ہے اور ظاہر ہے کہ اس شاہد کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر

بھی دلیل بن سکتا ہے جبکہ وہ شاہد حضورؐ کا پیروکار ہو اور آپؐ کی شریعت پر چلانے کیلئے آئے۔ آیت کا لفظ مِنْهُ بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور یَتْلُوْهُ سے بھی یہی ثابت ہے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے چاند کے بارہ میں فرمایا ہے۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ اس آیت میں چاند کو سورج کے پیچھے آنیوالا قرار دیا گیا ہے یعنی چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ یہی لفظ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ میں استعمال ہوا ہے جس سے واضح ہے کہ آنیوالا شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں چاند کی حیثیت رکھتا ہے اور حضورؐ اسکے مقابلہ میں سورج ہیں۔ آیت قرآنی وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (احزاب) بھی اس تفسیر کی مؤید ہے۔

بہائی رسالہ "بشارت" کراچی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتا ہے:-

"کیا وہ لوگ جو اپنے ترقی دینے والے خدا کی طرف سے شہادت حق پر قائم ہیں یعنی آنحضرت اور مومنین اور ان کے پیچھے خدا کا ایک عظیم الشان شاہد آرہا ہے اور ان سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام و رحمت تھی۔ یہی لوگ شاہد الٰہی پر ایمان لائینگے اور مختلف فرقوں میں سے جو لوگ اس شاہد کا انکار کرینگے تو انکا وعدہ گاہ آگ ہے تو تم اس شاہد الٰہی کی نسبت شک و شبہ میں نہ رہو یقیناً وہ تمہارے ترقی دینے والے خدا کی طرف سے حق ہے اور ضرور آئیگا لیکن اکثر لوگ ایمان نہ لائینگے۔" (جولائی سنہ ۵۲ء ص۳)

یہ ترجمہ قرآن مجید کے لفظوں میں تحریف کرنے اور آیت قرآنی کے سیاقِ بیان کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے۔ بہائی ایڈیٹر صاحب نے اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے نشانات پر مشتمل قرار دینے کے بجائے آنیوالے شاہد کے لئے مقصود بالذات قرار دے لیا ہے جو آیت پر سرسری تدبر کرنے سے بالبداہت باطل ثابت ہوتا ہے۔ اور پھر "اَفَمَنْ" کا ترجمہ "کیا وہ شخص" کرنیکے بجائے "کیا وہ لوگ" کیا ہے حالانکہ جملہ ضمائر فردِ واحد پر دلالت کر رہی ہیں عجیب بات ہے کہ بہائی ایڈیٹر صاحب نے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کا مصداق بلا وجہ "آنحضرت اور مومنین" کو قرار دیدیا ہے حالانکہ اس سے اس جگہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ دوسری آیت قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ (الانعام ع۷) بھی اسی کی تعیین کر رہی ہے۔

علاوہ ازیں ایک بڑی تحریف یہ کی گئی ہے کہ آنیوالے عظیم الشان شاہد کا متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ظاہر نہیں کیا گیا (کیونکہ بہائی لوگ اپنے پیشوا کو مستقل اور مقام لاہوت پر مانتے ہیں اور اسلامی شریعت کو منسوخ قرار دیتے ہیں) حالانکہ آیت کے الفاظ ویتلوہ شاہد منہ اس مفہوم پر صریح الدلالۃ ہیں۔ منہ کی مجرور ضمیر کا مرجع وہی اسم ہے جو یتلوہ کی منصوب ضمیر کا مرجع ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ وہ شاہد آنحضرتؐ کے فیوض سے فیضیافتہ ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اسکا مشن ہوگا۔ شاہدٌ منہ کا ترجمہ "خدا کا ایک عظیم الشان شاہد" موقع سے مناسبت نہیں رکھتا۔ نبی کیلئے شاہد کا لفظ قرآن مجید میں بارہا استعمال ہوا ہے مگر اسے شاہد من اللہ کہنے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ یہ مفہوم تو صرف لفظ شاہد سے ادا ہو سکتا تھا اسلئے شاہد منہ کہنا اسی مفہوم کے ادا کرنے کیلئے ہے کہ وہ خدائی شاہد اس مقام بلند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں پائیگا اور وہ آپ کا اُمتی ہوگا۔

قرآن مجید کے کامل شریعت ہونے پر دس اصولی دلائل

[جماعت احمدیہ کراچی کا سالانہ جلسہ ۱۹ مئی کو جہانگیر پارک میں منعقد ہوا۔ مورخہ ۱۰ مئی کو عزت مآب چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تقریر سے قبل خاکسار نے قرآن مجید کے کامل شریعت ہونے پر لیکچر دیا تھا۔ اس لیکچر کا خلاصہ افادۂ عام کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)]

نزولِ قرآن مجید کا زمانہ

چودہ صدیاں قبل جب دنیا تیرہ و تاریک تھی شرک، بت پرستی، فسق و فجور اور عام بد اخلاقیوں کا عالم پر غلبہ تھا، آسمانی صحیفوں اور الٰہی قوانین کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی، کتبِ الٰہیہ میں تحریف ہو رہی تھی، اور انسان اس زمین پر شیطان کا مظہر بن رہا تھا اور انسانیت کے جامہ سے عاری ہو رہا تھا تب اللہ تعالیٰ نے وادیٔ بطحا سے سیّدِ وُلدِ آدم، فخرِ انسانیت، سرورِ کونین، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ وہ مقدس انسان جو غارِ حراء کی تاریکی اور تنہائی میں انسانیت کی گمراہی پر سالہا سال روتا رہا۔ آخر ایک دن خداوند تعالےٰ نے اسی کو مشعلِ ہدایت دے کر ظلمتوں کے پاش پاش کرنے کے لئے مامور فرمایا اور اسی کو انسانیت کی منجدھار میں پھنسی ہوئی نیّا کو پار لگانے کے لئے ناخدا مقرر فرمایا۔

اس کامل اور بابرکت دور کا آغاز خداوند تعالےٰ کے اِس حکم سے ہوا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ یہ قرآن مجید کی وہ پہلی آیت ہے جو غارِ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی۔ دشمنانِ حق نے اس پیغامِ توحید کا جس کا پہلا اعلان اِس آیت میں کیا گیا ہے سخت مقابلہ کیا۔ قریش نے شرک کی تائید میں بہت زور لگایا۔ شدید مخالفتیں کیں مگر آخرکار سرزمینِ عرب میں انقلاب آ گیا، عربوں کی کایا پلٹ گئی۔ قرآنی آیات موقع بموقع تدریجاً نازل ہوتی رہیں۔ قریباً تئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن مجید کا نزول کامل ہوا۔

قرآن مجید کا دعویٰ

قرآن مجید سے پہلے متعدد الٰہی صحیفے نازل ہوئے۔ ان میں قرآن مجید کے نزول کی پیشگوئی کی جاتی رہی۔ تورات میں ایسے مثیلِ موسےٰؑ کی پیشگوئی موجود ہے جس کے داہنے ہاتھ میں ایک نورانی شریعت (شریعتِ غرّا) دی جانے والی تھی (استثناء) حضرت مسیح ناصریؑ نے بھی فرمایا کہ مَیں نے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم ابھی ان کی برداشت نہیں رکھتے لیکن جب رُوح الحق آئے گا تو تم سے سب باتیں بیان کرے گا (انجیل یوحنا)

قرآن مجید نے دعویٰ فرمایا ہے کہ مَیں تمام کتبِ سابقہ کا مصدق ہوں۔ بالخصوص تورات کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (۱) وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا

یکتبٌ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنذِرَ الَّذِینَ
ظَلَمُوا وَبُشرٰی لِلمُحسِنِینَ ۝ (الاحقاف ۱۳)
کہ قرآن مجید سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور امام اور رحمت
کے تھی اور یہ کتاب قرآن مجید اس کی مصدق ہے جو
ظالموں کو انذار کرنے اور نیکوکاروں کو بشارت دینے
کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عربی زبان میں نازل ہوئی
ہے۔ (۲) اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل کو کتاب اور نبوت
دیئے جانے کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلنٰکَ
عَلٰی شَرِیعَۃٍ مِّنَ الاَمرِ فَاتَّبِعھَا وَلَا
تَتَّبِع اَھوَاءَ الَّذِینَ لَا یَعلَمُونَ ۝ (الجاثیۃ ۱۹)
کہ اب ہم نے تجھ کو کامل شریعت دی تو اس کی پیروی
کرتا رہ اور بے علم لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔
(۳) اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ
عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ
دِینًا۔ (المائدہ ۴) آج میں نے نسل انسانی کے دین
کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے
لئے اسلام کو ہمیشہ کے لئے بطور دین منتخب کر لیا ہے۔
(۴) شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیہِ
القُراٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ
الھُدٰی وَالفُرقَانِ (البقرہ ۱۸۵) رمضان کا
مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا جو
تمام لوگوں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور جس میں ہر دعویٰ
اور ہر حکم کے لئے دلیل اور برہان موجود ہے۔ (۵) قُل
لَّئِنِ اجتَمَعَتِ الاِنسُ وَالجِنُّ عَلٰٓی اَن
یَّاتُوا بِمِثلِ ھٰذَا القُراٰنِ لَا یَاتُونَ
بِمِثلِہٖ وَلَو کَانَ بَعضُھُم لِبَعضٍ ظَھِیرًا ۝
وَلَقَد صَرَّفنَا لِلنَّاسِ فِی ھٰذَا القُراٰنِ مِن
کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَکثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُورًا ۝
(الاسراء ۸۹-۹۰) اے رسول تو اعلان کر دے کہ اگر
تمام چھوٹے اور بڑے انسان قرآن کی مثل لانے پر
اتفاق کر لیں تب بھی وہ اس کی مثل نہیں بنا سکیں گے
خواہ وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کیوں نہ کریں۔ ہم نے
اس قرآن مجید میں تمام لوگوں کے لئے ہر قسم کی اعلیٰ تعلیم
بیان کر دی ہے مگر ہنوز اکثر لوگ کفر اختیار کر رہے ہیں۔
(۶) اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُونَ ۝ (الحجر ۹) یقیناً ہم نے ہی اس ذکر
کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے
ہیں۔

حضرات! قرآن مجید نے ان آیات میں دعویٰ فرمایا
ہے کہ:۔

(۱) وہ تورات کی موعودہ کامل شریعت ہے۔

(۲) وہ ساری نسل انسانی کی تمام شرعی ضرورتوں پر مشتمل دین ہے۔

(۳) وہ ہمیشہ کے لئے بے نظیر اور کامل ہے۔

(۴) وہ ہر قسم کی تبدیلی اور تحریف سے ہمیشہ کیلئے محفوظ ہے۔

قرآن مجید کے اس دعویٰ کی وضاحت اور ثبوت
کے لئے میں آج آپ کے سامنے دس دلائل پیش کرنا
چاہتا ہوں۔

اس مضمون پر تقریر کی ضرورت

اصل مضمون

شروع کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب دینا بھی ضروری ہے کہ آج اس عنوان پر اسلامی مجمع میں تقریر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سوال کے تین جواب ہیں :-

اوّل۔ قرآنی علوم سے ناواقف مغرب زدہ مسلمان خیال کرنے لگے ہیں کہ انسانیت کی الجھنوں اور بنی نوع انسان کی سیاسی، اقتصادی اور مذہبی مشکلوں کا حل شائد قرآن میں نہیں بلکہ یورپ و امریکہ اور روس کے پیش کردہ پروگراموں میں ہے۔ اسلئے وہ لوگ عدم ایمان کے باعث قرآن مجید سے منہ پھیر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں پر یہ بات واضح کرنی ضروری ہے کہ قرآن مجید اپنے دعویٰ اور بیان کے مطابق فی الواقعہ کامل شریعت ہے اور اس میں انسانیت کی تمام مشکلات کا صحیح اور کامل حل موجود ہے۔

دوم۔ علماء نے قرآن مجید کی آیات میں نسخ کا عقیدہ پیدا کر کے قرآن مجید کی اعلیٰ اور اجلیٰ شان کو داغدار کر دیا ہے۔ اور اس غلط مسئلہ کو آڑ بنا کر کچھ بے عمل اور ناخدا ترس لوگوں نے قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیدیا ہے اور اس کی جگہ ایک مزعومہ اور مستورہ شریعت کے نافذ کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ میری مراد بہائی تحریک سے ہے۔ جن کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ اب قرآن مجید کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی جگہ باب یا بہاء اللہ کی بیان کردہ شریعت نے لے لی ہے۔ یہ تحریک ۱۲۶۰ھ ہجری میں بابیوں کی سوچی سمجھی ہوئی سازش کے ماتحت شروع ہوئی جبکہ انہوں نے بدشت کانفرنس میں مل کر فیصلہ کیا کہ ہم مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں گے۔

یہ درست ہے کہ بابی یا بہائی شریعت کبھی منصۂ شہود پر نہیں آئی اور نہ ہی اس پر کبھی عمل ہوا ہے بلکہ بہائیوں کو یہ جرأت بھی نہیں ہوئی کہ اس مزعومہ شریعت کو چھپوا کر شائع کریں۔ لیکن وہ کم علم اور بے عمل مسلمانوں کو اپنے وسوسے کا شکار بنا رہے ہیں۔ اسلئے ضروری ٹھہرا کہ قرآن مجید کے ایک زندہ اور کامل شریعت ہونے پر تقریر کی جائے۔

سوم۔ اپنی ذات میں یہ موضوع ازدیادِ ایمان کا ذریعہ ہے۔ مسلمان کہلانے والوں کی ساری بے عملی کا موجب یہ ہے کہ انہیں قرآن مجید کے آبِ حیات ہونے کی حقیقت سے آگاہی نہیں۔ سلطنتیں موجود ہیں، کروڑوں افراد مسلمان ہیں، ان کے دساتیر اور قوانین بھی ہیں مگر قرآن مجید آج کتاب مہجور کی حیثیت میں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی تمام امراض کا واحد علاج رجوع الی القرآن میں ہے۔ اور یہ بات تب ہی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ قرآن مجید کا کامل شریعت ہونا ان پر پورے طور پر واضح ہو جائے۔ صحابہؓ نے اپنے روشن اور زندہ ایمان کے طفیل قرآنی شریعت کے ہر حکم کو قائم کیا اور اس پر عمل کرنا اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ مگر آج کا مسلمان قرآنی احکام کی تعمیل سے گریز کر رہا ہے۔ شراب کے عادی عربوں نے حرمتِ خمر کا حکم سنتے ہی مٹکے توڑ ڈالے اور مدینے کی گلیوں میں شراب لنڈھا دی۔ مگر آج حکومتیں قانون اور طاقت کے زور کے باوجود شراب کی ممانعت پر عمل کرانے پر قادر نظر نہیں آتیں۔ پس قرآن مجید کی عظمت کا سکہ دلوں پہ

بٹھانے کے لئے خود ہمارے ایمان میں زیادتی پیدا کرنے
کے لئے بھی اس موضوع کی ضرورت ہے۔

دلیل اوّل انسان کے مخاطب کی حالت بدلنے سے
اس کا اسلوب کلام بدل جاتا ہے۔
جب خطاب ایک بچہ سے کیا جا رہا ہو تو وہ نہایت سادہ
اور محض امر و نہی پر مشتمل ہوتا ہے لیکن جب وہی بچہ بالغ
مرد ہو جاتا ہے تو اسے دلیل و برہان سے منوایا جاتا ہے۔
الہامی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات نمایاں طور پر
نظر آتی ہے کہ قرآن مجید نے اپنے پیش کردہ عقائد اور
احکام کے منوانے کے لئے عقیدہ کی دلیل اور حکم کی
حکمت پر بنیاد رکھی ہے۔ پہلی کتابوں کا انداز بیان
سادہ اور امر و نواہی پر مشتمل نظر آتا ہے۔ لیکن
قرآن مجید اپنے کامل اسالیب بیان میں یہ امتیاز رکھتا
ہے کہ اس نے ہر مسئلہ کی بنیاد دلیل کو قرار دیا ہے اور
مخالفین سے بھی دلیل کا مطالبہ کیا ہے۔ قرآن مجید بار بار
فرماتا ہے قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ۔ اے کفار! اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو
تو اس کی کوئی دلیل پیش کرو۔ مخالفین اسلام نے
دلیل و برہان کی بجائے سیف و سنان کو
پیش کیا اور قوت کے زور سے شرک کو منوانا چاہا۔
اور اپنے خیالات کی بنیاد پرانی رسوم اور مذہبی جبر و تشدد
پر رکھنی چاہی۔ اس کے برخلاف قرآن مجید نے نہایت مدلل
رنگ میں جبر و اکراہ کی مذمت بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کہ مذہب کے متعلق کسی قسم کا جبر
جائز نہیں ہے کیونکہ ہدایت اور ضلالت از روئے دلیل
بالکل واضح ہو چکی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وَلَوْ شَاءَ
رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا
أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا
مُؤْمِنِينَ کہ اے پیغمبر! اگر تیرا رب جبراً بات منوانا
چاہتا تو سب لوگ ایمان لے آتے مگر اس نے مذہب کے
بارے میں یہ طریق پسند نہیں فرمایا۔ پس کیا تو لوگوں کو
مومن بنانے کے لئے جبر کرنا پسند کرے گا؟ دیکھئے!
کس لطیف طریق سے قرآن مجید نے مذہبی جبر و تشدد
کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ قرآن مجید کا یہ اسلوب بیان
اس کے کامل شریعت ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔

دلیل دوم ہر شریعت کسی نہ کسی زبان میں نازل ہوتی
ہے لیکن سابقہ الہامی کتابوں کی زبانیں
دنیا میں بطور زندہ زبان اور کامل زبان کے موجود نہیں
ہیں۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل
فرمایا اور قرآن مجید نے اس امر کا ذکر متعدد مقامات پر
فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔ نیز
فرمایا۔ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُونَ۔ قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل کیا جانا
کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ازلی
تدبیر کا نتیجہ ہے۔ عربی زبان اپنے وسیع مطالب کے
لحاظ سے ایک کامل اور سائنٹفک زبان ہے لطیف اور
دقیق باتوں کا بیان اور انسانی افکار کی تعبیر جس سہولت
اور وسعت کے ساتھ عربی زبان میں ہو سکتی ہے دوسری
زبانوں میں ممکن نہیں ہے۔ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے جب

قرآن مجید کا نزول عربی زبان میں ہوا تو یہ زبان صرف جزیرۂ عرب میں بولی جاتی تھی۔ بعد کے زمانہ میں اسے اور بھی وسعت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ مصر، ٹیونس، الجزائر، شام، عراق، اور فلسطین وغیرہ ممالک کی زبان بھی عربی بن گئی اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس زبان کی مزید توسیع کے سامان ہو رہے ہیں۔ عربی زبان آج بھی ایک زندہ اور دنیا میں بولی جانے والی زبان ہے۔ اور یہ اس امر کا نتیجہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ عربی زبان کو بھی ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا گیا ہے قرآنی پیشگوئی ہے کہ عربی زبان کبھی مر نہیں سکتی۔ سلسلہ احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی روشنی میں یہ انکشاف فرمایا ہے کہ عربی زبان دنیا کی سب زبانوں کی ماں یعنی اُمّ الالسنہ ہے۔ اور درحقیقت عربی زبان کی یہی فضیلت اس امر کی مقتضی تھی کہ قرآن مجید ایسی جامع کتاب اس زبان میں نازل کی جاتی۔ آپ حیران ہوں گے کہ بہائیوں کے پیشوا نے ایرانی ہونے کے باوجود اور قرآن کو منسوخ قرار دینے کے دعویٰ کے باوجود جو نئی شریعت پیش کرنی چاہی اسے بھی ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں ہی لکھا۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے زندہ اور جامع شریعت ہونے کے لئے اس کا نزول عربی زبان میں ہونا ضروری تھا اور اس کی تکمیل کے لئے عربی زبان کا ہمیشہ زندہ رکھا جانا لازمی تھا۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ثابت کر رہی ہے کہ قرآن مجید کی زبان ہمیشہ کے لئے زندہ زبان قرار پا گئی ہے اور یہ قرآن مجید کے کامل شریعت ہونے پر دوسری دلیل ہے۔

دلیل سوم | پائیدار اور ہمیشہ رہنے والی چیز کی حفاظت

ضروری ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے کامل اور دائمی شریعت ہونے پر یہ امر بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

میں اس وعدہ کا اعلان فرمایا۔ اور پھر عملی طور پر قرآن مجید کو ہر قسم کی تحریف اور ہر قسم کے تغیر سے محفوظ رکھا۔ لفظی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حفاظ مقرر کر دیئے جو قرآن پاک کے الفاظ کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں۔ نمازوں میں قرآن مجید کی قرأت اور رمضان المبارک میں تمام دنیا میں سارے قرآن مجید کا پڑھا جانا اور مسلمانوں کا قرآن مجید کو اپنی زندگی کے لئے دستور العمل قرار دے لینا یہ سارے امور ایسے ہیں جن سے قرآن مجید کی حفاظت بدرجہ اتم ہو گئی۔ چنانچہ قرآن مجید کے محفوظ کتاب ہونے کو اپنے اور بیگانے سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ مشہور جرمن مستشرق نولڈیک اپنے مضمون بر عنوان "قرآن" مندرجہ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں لکھتے ہیں:-

"Efforts of European scholars to prove the existance of later interpolations in the Quran have failed."

سر ولیم میور اپنی مشہور تصنیف Life of Mohammad میں اقرار کرتے ہیں:-

"There is otherwise every security internal

and external that we possess that text which Mohammad himself gave forth and used."

ان دو معروف مستشرقین کی شہادت قرآن مجید کے محفوظ کتاب ہونے کا زبردست اعتراف ہے۔ ظاہر ہے کہ جس کتاب کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے وہی اس قابل ہے کہ زندہ اور دائمی شریعت ثابت ہو۔

دلیل چہارم قرآن مجید نے جو اصول قائم فرمائے ہیں وہ نسل انسانی کی وحدت اور قرآنی شریعت کے عالمگیر ہونے پر دلیل ہیں۔ پہلے انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے مگر ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ تو کہدے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالےٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ پھر فرمایا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کہ ہم نے تمہیں تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دعویٰ قرآن مجید کے علاوہ کسی اور الہامی کتاب میں نہیں کیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی تورات بنی اسرائیل تک محدود تھی۔ مسیح علیہ السلام کا پیغام بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے ساتھ مخصوص تھا مگر قرآن مجید کی دعوت عالمگیر ہے اور سب انسان مشرقی اور مغربی اس کے مخاطب ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید نے تمام انسانوں کو مساوی درجہ عطا فرمایا ہے۔ وہ رنگت، ملک یا قومیت کی بنا پر ان میں کسی تفرقہ کا قائل نہیں۔ اسلام کی رُو سے سب انسان پیدائشی طور پر معصوم ہیں اور یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ کچھ لوگ گنہگار پیدا ہوتے ہیں اور کچھ بیگناہ۔ قرآن مجید کی رو سے سب انسان انسانیت میں یکساں اور برابر ہیں اور سب بھائی بھائی ہیں۔ حقوق کے لینے اور دینے میں ان میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اسلامی قضاء کی نظر میں امیر و غریب اور مضبوط اور کمزور سب یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ مسجد میں تمام مسلمان ایک مقام پر ہوتے ہیں۔ ادنیٰ اور اعلیٰ کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ ع

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اسلام دُنیا کی ساری قوموں کے نبیوں کا قائل ہے اور ہر خطۂ زمین میں اللہ تعالےٰ کے پیغمبروں کو تسلیم کرتا ہے۔ یہی وہ بنیادی اور عالمگیر اصول ہیں جو قرآن مجید کی شریعت کو عالمگیر شریعت ثابت کرتے ہیں۔ ان اصولوں کی تفسیر بہت لمبی ہے۔ خلاصہ ان کا یہی ہے کہ قرآن مجید وحدتِ عالمیہ کا علمبردار ہے۔ اور یہ اس کے عالمگیر اور کامل شریعت ہونے پر واضح دلیل ہے۔

دلیل پنجم قرآن مجید نے شریعت کی تمام جزئیات کے لئے جامع اور کامل اصول مقرر کر دیئے ہیں۔ عبادات، معاملات، اقتصادیات، اور سیاسیات میں اُس نے اصولی طور پر واضح تعلیم

پیش کر دی ہے لیکن مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں اس تعلیم کی تطبیق کے لئے قرآن مجید کی تعلیم میں لچک رکھ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْـٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۝ (المائدہ) یعنی اے ایمان دارو! ہم نے بعض اشیاء کے بارے میں قرآن مجید میں عمداً ذکر نہیں کیا لیکن اگر ان جزئیات کے متعلق وحی شریعت کے نزول کے زمانہ میں تم سوال کروگے تو ان کا ذکر کر دیا جائے گا۔ لیکن ہم نے ان سے عمداً پہلو تہی کی ہے۔ کیونکہ اگر ہر جزئی کا ذکر کر دیا جائے تو اس سے تمہاری قوت اجتہاد اور استنباط کو نقصان پہنچے گا۔ اور علاوہ ازیں اس طریق سے قرآنی تعلیم کی وسعت میں تنگی پیدا ہو جائے گی۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ تفقہ کے لئے اسلامی اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ اس دروازے کا کھلا رکھنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قرآنی اصول تمام زمانوں اور مکانوں اور قوموں پر حاوی ہیں۔ آج تک کا تجربہ بھی اس امر پر گواہ ہے کہ کسی موقع پر قرآن مجید کے اصول ناکام ثابت نہیں ہوئے۔ جن قوموں نے انکو اپنایا ہے وہ کامیاب ہوئی ہیں۔ اور جن قوموں نے ان سے روگردانی کی ہے انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

دلیل ششم عبادت مذہب کی جان ہے اور ہر مذہب میں مخصوص رنگ کی عبادت موجود ہے۔ اسلام میں عبادات کے بارے میں نہایت جامع اور کامل تعلیم موجود ہے اور اس تعلیم کا زندہ اور عالمگیر ہونا ان تازہ اور شیریں پھلوں سے ظاہر ہے جو ہر زمانہ میں اسلامی عبادات بجالانے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام نے نماز کی عبادت ہر مسلمان کے لئے فرض قرار دی ہے۔ اس میں خشوع وخضوع اور عاجزی کے لئے مکمل تعلیم موجود ہے۔ اسلامی دعا کے الفاظ اپنے اندر جامعیت رکھتے ہیں۔ دنیا میں تعظیم معبود کے جتنے طریق ہو سکتے ہیں اسلام کی نماز ان سب پر مشتمل ہے۔ نماز پڑھنا ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا سب کے لئے لازمی ہے۔ پس نماز جہاں ایک طرف تعلق باللہ پیدا کراتی ہے وہاں وہ دوسری طرف انسانوں میں محبت اور مساوات پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔

قرآن مجید نے نماز کے علاوہ رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض کئے ہیں۔ روزہ کے ذریعہ سے امراء کو اپنے غریب بھائیوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے اور اس طرح مسلمانوں میں حقیقی طور پر مساوات کے قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ ان دو عبادتوں کے علاوہ حج اور زکوٰۃ کی عبادتیں بھی مقرر فرمائی ہیں۔ حج انسان میں ترکِ وطن کی قربانی کی روح پیدا کرتا ہے اور حاجی لوگ ایسی حالت میں طوافِ بیت اللہ کرتے ہیں کہ جس سے حشر کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ زکوٰۃ کے ذریعہ

مالداروں کے مال کا ایک حصہ غرباء کے لئے لازمی طور پر لیا جاتا ہے۔ اور زکوٰۃ کے علاوہ طوعی صدقات بھی اسلام میں مقرر ہیں کیونکہ مال کی قربانی انسان کی رُوح کو صیقل کرنے والی ہے۔

اسلامی عبادات کو سچے طور پر ادا کرنے سے انسان اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کر لیتا ہے جو انسانی زندگی کا قرار دیا گیا ہے۔ سچی نماز گناہ سوز ہوتی ہے۔ سچا روزہ انسان میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت پیدا کرتا ہے۔ سچی زکوٰۃ انسان کے بخل اور دیگر امراض کو دُور کرنے کا ذریعہ ہے اور سچا حج انسان کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ اسلام نے ان عبادات کو صحیح طور پر بجا لانے والوں کے متعلق جن افضال اور برکات کا وعدہ فرمایا ہے ان کا ایک نمونہ یہ ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

یعنی جو لوگ اللہ کو اپنا رب مان کر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر خدا کے فرشتے اترتے ہیں اور انہیں خوف و حزن سے محفوظ رہنے کی بشارت دیتے ہیں۔

پس اسلامی عبادت جامع، باثمر اور زندہ عبادت ہے اور یہ قرآن مجید کے زندہ اور کامل شریعت ہونے پر ایک دلیل ہے۔

دلیل ہفتم | قرآن مجید کا معاملات کے بارے میں قانونی اور اخلاقی ضابطہ نہایت مکمل ہے۔ اسلام نے ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، خاوند، افسر، ماتحت، قریبی اور ہمسایہ، دوست اور دشمن سب کے حقوق بیان کر دیئے ہیں۔ نکاح، طلاق، تجارت، امانت، قرضہ، سُود، شہادت، تعزیرات، جنگ اور صلح، غرض زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں مفصل ہدایات دی ہیں جن کی معقولیت اور افادیت کو دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان سارے احکام کا تفصیلاً ذکر کرنا اس وقت ممکن نہیں ہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ قرآن مجید اس مکمل ضابطہ کے بارے میں اعلان فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل) کہ یہ قرآن نہایت اعلیٰ تعلیمات پر مشتمل ہے اور اس میں اہل ایمان کیلئے بشارات موجود ہیں۔ قرآن مجید کی ہر تعلیم قائم رہنے والی ہے اور اس سے بہتر تعلیم پیش نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید کا یہ دعویٰ مخالفین اسلام کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔ مگر آج تک قرآن مجید کی تعلیم کے مقابلہ میں اس سے بہتر تعلیم پیش نہیں کی جا سکی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اس سے بہتر تعلیم پیش نہیں کی جا سکتی۔

دلیل ہشتم | قرآن مجید نے مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی مشکلات کا ایسا حل پیش فرمایا ہے کہ انسانیت کے ارتقاء کے پیش نظر بہترین حل ہے۔ اس نے ایک رُوحانی نظام نبوت

اور خلافت کا قائم کیا۔ اور حکومت کے سلسلہ میں جمہور کو حق دیا کہ وہ اپنے نمائندے منتخب کریں اور ایسے نمائندے مقرر کریں جو اس بات کے اہل ہوں کہ صحیح طور پر امانتِ حکومت کو ادا کر سکیں۔ پھر ان نمائندوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ کہ تم لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اسلام نے سرمایہ داری کے عیوب کو بھی دُور کر دیا اور ربا بردانہ نظام کو بھی بدل دیا۔ اسلام نہ استبدادیت کا حامی ہے اور نہ سرمایہ داری کا علمبردار۔ وہ آزاد جمہوریت قائم کرنا چاہتا ہے جس میں ہر فرد کو آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل کے ساتھ کھانے کے لئے روٹی پہننے کیلئے کپڑا اور رہنے کے لئے مکان میسر ہو۔ اس اسلامی نظام کی لمبی تفسیر قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے اور اسے ٹھوس سیاسی اور اقتصادی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ سوشلزم، کمیونزم اور اسلام کے اقتصادی نظام میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام انسان کا مقصدِ حیات اس مادی زندگی سے بالا قرار دیتا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ زندگی اصل زندگی کیلئے مزرعہ یا کھیتی ہے۔ دوسرے نظام اِس زندگی کو ہی اصل قرار دیکر مادیت کے سمندر میں انسان کے اخلاق اور اسکی رُوحانیت کو تباہ کر رہے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ خبر دی ہے کہ سرمایہ داری کمیونزم اور اسلام میں آخری زمانہ میں ایک رُوحانی جنگ ہوگی جس میں آخری غلبہ اسلام کو حاصل ہوگا۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھتا رہے گا وہ فتنۂ دجّال سے محفوظ رہے گا۔ سورہ کہف کی ابتدائی آیات میں خدا کا بیٹا بنانے والی قوموں کا ذکر ہے اور انہیں "بَأْسًا شَدِيدًا" (ہولناک جنگ) سے ڈرایا گیا ہے۔

قرآن مجید کی پیشگوئی یاجوج و ماجوج کی موجودہ کشمکش سے ایک حد تک پوری ہوگئی ہے اور عنقریب دُنیا دیکھے گی کہ دجالی طاقتیں اپنے ہی تیار کردہ اسلحہ سے کس طرح بھسم ہو جاتی ہیں۔ اور پھر دُنیا میں اسلامی نظام اور قرآنی شریعت کا دَور دَورہ ہوگا۔

دلیل نہم کامل شریعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ عملی طور پر کامل نمونہ اپنے ساتھ پیش کرے۔ محض اخلاقی تعلیم دینا پورا کمال نہیں جب تک اس اخلاقی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر نہ دکھایا جائے۔

یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ مختلف شریعتوں کے ساتھ کوئی کامل نمونہ موجود نہیں ہے۔ صرف قرآن مجید کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے لانے والے یعنی ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پوری انسانیت کے لئے کامل نمونہ ہیں۔ آپؐ کی زندگی یتیمی سے شروع ہوئی اور ظاہری نظر میں شہنشاہیت پر ختم ہوئی۔ جوانی اور بڑھاپے کے دَور آپؐ پر آئے۔ آپؐ نے شادیاں بھی کیں، آپؐ کی اولاد بھی تھی، آپؐ کے دوست بھی تھے، آپؐ کے دشمن بھی تھے، آپؐ نے جنگیں بھی لڑیں اور آپؐ نے صلحنامے اور

معاہدات بھی کئے۔ غرض زندگی کا کوئی مستقل پہلو ایسا نہیں ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام ہمارے لئے نمونہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ — کہ تمہارے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اور آپ کی زندگی خدا رسیدہ بننے والوں کے لئے شمع راہ ہے۔ قرآن مجید نے محض اخلاق نہیں گنوا دیئے بلکہ رسول پاک علیہ السلام کے متعلق ساتھ ہی اعلان فرمایا۔ إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ کہ آپ بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ حضرت اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کتنا مختصر مگر جامع جواب دیا۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (بخاری) کہ آپ کے اخلاق قرآن مجید کے مطابق تھے۔ قرآن مجید جن باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے آپ انہیں کرتے تھے اور قرآن مجید جن باتوں سے روکتا ہے آپ اُن سے رُکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق ایک نہایت وسیع مضمون ہے جسے اس مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ بے شک سب نبی عفو اور درگذر کی تعلیم دیتے رہے ہیں لیکن اپنے دشمنوں پر اقتدار حاصل کر کے عفو و درگذر کا کامل نمونہ صرف محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذات نے پیش فرمایا ہے۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کو ہر قسم کی اذیت پہنچائی بالآخر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا۔ اور پھر جنگوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع کر دیا جس کا خاتمہ فتح مکہ پر جا کر ہوا۔ لیکن اس موقع پر جب ان خونی دشمنوں سے انتقام لیا جا سکتا تھا حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دشمنوں کو لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہکر معاف فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دلیل دہم

الٰہی کتاب کا بنیادی مقصد ذات باری پر یقین کا پیدا کرنا ہے۔ اور یہ یقین بجز زندہ نشانات پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے عالمگیر کتاب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ایسی پیشگوئیاں موجود ہوں جو ہر زمانہ میں اپنی صداقت ثابت کرتی رہیں اور ان کے ذریعہ سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا رہے۔ قرآن مجید کی پیشگوئیاں جو دُنیا کے آخر تک پوری ہوتی رہیں گی قرآن مجید کے زندہ کتاب ہونے پر واضح دلیل ہیں۔ یہ پیشگوئیاں اپنے وسیع سلسلہ کے ساتھ سارے زمانوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کا موجودہ تنزل بھی ان پیشگوئیوں کی ایک کڑی ہے۔ اور پھر اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے آئندہ عروج کی خبریں بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس پہلو سے بھی قرآنی تعلیم "أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" کی مصداق ہے کہ اس کی جڑیں نہایت مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید کی تعلیمات کے ثمرات ہر زمانہ میں زندہ موجود ہوتے ہیں۔ قرآن مجید وہ کلمہ طیبہ ہے جس کی تاثیرات ہمیشہ

قائم رہیں گی۔ قرآن مجید وہ پاک درخت ہے جو تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا کے مطابق ہر زمانہ میں اپنے شیریں پھل دیتا ہے۔ جب لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی زندگی کا کوئی گواہ نہیں اور اس کی شریعت کے کامل ہونے کی کوئی شہادت نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زندہ رسول ہونے پر کوئی دلیل باقی نہیں رہی تب خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ بطور گواہ کھڑا ہو جاتا ہے اور اعلان کر دیتا ہے ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

لاتا ہے وہ بُلا کر سو سو نشاں دکھا کر
مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے

(در ثمین فارسی و اُردو)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آخری زمانہ میں قرآنی پیشگوئی "وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ" (سورہ ہود ۱۷) کے مطابق یہ شہادت ادا کی ہے اور آج آپ اسلام کے زندہ مذہب ہونے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زندہ رسول ہونے اور قرآن مجید کے زندہ اور جامع شریعت ہونے کے گواہ ہیں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

عربی اسباق کی مشقوں کے جواب

الفرقان کا ایک مقصد عربی زبان کی ترویج و اشاعت ہے۔ اِسی مقصد کے پیش نظر رسالہ میں عربی اسباق کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے۔ اسباق کے ذہن نشین کرانے کے لئے ساتھ ساتھ مشقیں بھی شائع کی جاتی ہیں۔

بعض احباب نے باصرار کہا ہے کہ اِن مشقوں کے سوالات کے صحیح جواب بھی رسالہ میں چھپ جایا کریں تو اس سے زیادہ استفادہ ہو سکتا ہے۔ اسلئے اِس اشاعت سے تینوں مشقوں کے سوالات کے جوابات بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔

احباب کو عربی زبان سیکھنے کے لئے بہت جدّو جہد کرنی چاہیئے کیونکہ درحقیقت عربی زبان جاننے کے بغیر قرآن مجید کے پڑھنے کی پوری لذت نہیں آسکتی۔ الفرقان اِس بارے میں آپ کے ساتھ پورا تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔

(ایڈیٹر الفرقان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عربی سکھانے والا کتابی معلّم!

دُرُوسٌ فِي اللُّغَةِ العَرَبِيَّةِ

(۷)

اَلدَّرْسُ العِشْرُوْنَ

(بیسواں سبق)

قاعدہ ۱ - جو فعل تین حرف پر مشتمل ہو اسے ثلاثی کہتے ہیں اور جس فعل کے چار حرف ہوں وہ رباعی کہلاتا ہے۔ پانچ حرف والا فعل خماسی کہلاتا ہے۔ عربی زبان میں فعل کم از کم تین حرف کا ہوتا ہے۔

قاعدہ ۲ - ثلاثی فعل دو قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) لازم (۲) متعدی - ثلاثی فعل سے اسم فاعل فَاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے اور اسم مفعول مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ یاد رہے کہ فعل لازم سے صرف اسم فاعل بنتا ہے اسم مفعول نہیں بنتا۔ اسم مفعول صرف متعدی فعل سے بنتا ہے۔

(۱)

(۱) جَلَسَ زَيْدٌ	زَيْدٌ جَالِسٌ
زید بیٹھ گیا	زید بیٹھنے والا ہے
(۲) ذَهَبَ بَكْرٌ	بَكْرٌ ذَاهِبٌ
بکر چلا گیا	بکر جانے والا ہے
(۳) أَتَى خَالِدٌ	خَالِدٌ آتٍ
خالد آگیا	خالد آنے والا ہے
(۴) نَامَتْ زَيْنَبُ	زَيْنَبُ نَائِمَةٌ
زینب سو گئی	زینب سونے والی ہے
(۵) صَامَتْ فَاطِمَةُ	فَاطِمَةُ صَائِمَةٌ
فاطمہ نے روزہ رکھا	فاطمہ روزہ رکھنے والی ہے
(۶) قَامَتْ كُلْثُوْمُ	كُلْثُوْمُ قَائِمَةٌ
کلثوم کھڑی ہوئی	کلثوم کھڑی ہونیوالی ہے
(۷) قَامَ زَيْدَانِ	زَيْدَانِ قَائِمَانِ
دونوں زید کھڑے ہو گئے	دونوں زید کھڑے ہونیوالے ہیں
(۸) جَلَسَ رِجَالٌ	رِجَالٌ جَالِسُوْنَ
سب مرد بیٹھ گئے	سب مرد بیٹھنے والے ہیں۔
(۹) أَتَتْ نِسَاءٌ	نِسَاءٌ آتِيَاتٌ
عورتیں آگئی ہیں	عورتیں آنے والی ہیں
(۱۰) طَلَعَتْ شَمْسٌ	اَلشَّمْسُ طَالِعَةٌ
سورج نکل آیا	سورج طلوع کرنیوالا ہے

(۲)

(۱) ضَرَبَ زَيْدٌ بَكْرًا	بَكْرٌ مَضْرُوْبٌ
زید نے بکر کو مارا	بکر مارا گیا
(۲) قَتَلَ خَالِدٌ حَفْصًا	حَفْصٌ مَقْتُوْلٌ
خالد نے حفص کو قتل کر دیا	حفص مقتول ہو گیا

(۳) سَرَقَ لِصٌّ مَتَاعِیْ	مَتَاعِیْ مَسْرُوْقٌ
چور نے میرا سامان چُرا لیا	میرا سامان چرایا گیا
(۴) شَرِبَتْ هِنْدُ مَاءً	اَلْمَاءُ مَشْرُوْبٌ
ہند (عورت) نے پانی پیا	پانی پیا گیا
(۵) اَخَذَ الصَّبِیُّ کِتَاباً	اَلْکِتَابُ مَاْخُوْذٌ
بچے نے کتاب لے لی	کتاب لی گئی ہے
(۶) قَطَعَ الرَّجُلُ الْغُصْنَ	اَلْغُصْنُ مَقْطُوْعٌ
آدمی نے شاخ کاٹ ڈالی	شاخ کاٹی گئی ہے
(۷) قَرَاَ الطِّفْلُ الْکِتَابَ	اَلْکِتَابُ مَقْرُوْءٌ
بچہ نے کتاب پڑھی	کتاب پڑھی گئی ہے
(۸) حَفَرْتُ بِئْراً فِیْ اَرْضِیْ	اَلْبِئْرُ مَحْفُوْرَةٌ
مَیں نے اپنی زمین میں کنواں کھودا	کنواں کھودا گیا ہے
(۹) قَتَلَتْ هِنْدُ اُخْتِیْ	اُخْتِیْ مَقْتُوْلَةٌ
ہند نے میری بہن کو قتل کر دیا	میری بہن قتل کی گئی
(۱۰) ذَبَحَ الْقَصَّابُ شَاةً	اَلشَّاةُ مَذْبُوْحَةٌ
قصاب نے بکری ذبح کی	بکری ذبح کی گئی

تنبیہ | پہلے دس فقرات میں مختلف صورتوں میں اسم فاعل کو پیش کیا گیا ہے۔ مذکر۔ مؤنث۔ تثنیہ اور جمع کی مثالیں درج کی گئی ہیں۔ دوسرے دس فقرات میں اسی طرح مختلف صورتوں میں اسم مفعول کی مثالیں دی گئی ہیں۔

مشق ۱

مندرجہ ذیل افعال سے اسم فاعل اور اسم مفعول بنائیں :-

نَقَرَ^۱	نَظَرَ^۲	کَتَبَ^۳	طَعَنَ^۴	بَسَطَ^۵	غَرَسَ^۶	نَشَرَ^۷	اَخَذَ^۸	نَقَلَ^۹	حَفَرَ^۱۰
کھٹکھٹایا	دیکھا	لکھا	نیزہ مارا	پھیلایا	درخت لگایا	بکھیرا	پکڑا	نقل کیا	کھودا

مشق ۲

کیا مندرجہ ذیل افعال سے اسم فاعل اور اسم مفعول فَاعِلٌ اور مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتے ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں ؟ اور اگر آتے ہیں تو وہ لکھیں :-

سَافَرَ^۱	قَامَ^۲	اَکَلَ^۳	اَذَّنَ^۴
اُس نے سفر کیا	وہ کھڑا ہوا	اُس نے کھایا	اُس نے اذان دی
مَاتَ^۵	قَعَدَ^۶	ذَبَحَ^۷	رَمَی^۸
وہ مر گیا	وہ بیٹھا	اُس نے ذبح کیا	اُس نے پھینکا
زَرَعَ^۹	هَلَكَ^۱۰		
اُس نے بویا	وہ ہلاک ہو گیا		

مشق ۳

ترجمہ کریں :-

۱ فاطمہ نے کتاب پڑھی	۲ بچے نے کنواں کھودا
۳ مَیں نے بکری ذبح کی	۴ مَیں نے روٹی کھائی
۵ زید اور بکر جانے والے ہیں	
۶ وہ سب مارنے والے ہیں	۷ مرد بیٹھ گئے
۸ عورتیں کھڑی ہونیوالی ہیں	۹ سورج نہیں نکلا
۱۰ چور نے تیرا مال چرا لیا۔	

اس نمبر کے عربی اسباق کی مشقوں کے جواب

جوابات مشق ۱

اسم فاعل	اسم مفعول
ناقِرٌ	مَنْقُوْرٌ
ناظِرٌ	مَنْظُوْرٌ
کاتِبٌ	مَکْتُوْبٌ
طاعِنٌ	مَطْعُوْنٌ
باسِطٌ	مَبْسُوْطٌ
غارِسٌ	مَغْرُوْسٌ
ناشِرٌ	مَنْشُوْرٌ
آخِذٌ	مَأْخُوْذٌ
ناقِلٌ	مَنْقُوْلٌ
حافِرٌ	مَحْفُوْرٌ

جوابات مشق ۲

(الف) سافَرَ اور اَذَّنَ چونکہ ثلاثی فعل نہیں اسلئے ان سے اسم فاعل اور اسم مفعول فاعِلٌ اور مَفْعُوْلٌ کے وزن پر نہیں آتے۔

(ب) قامَ۔ ماتَ۔ قَعَدَ۔ هَلَكَ چونکہ متعدّی فعل نہیں اس لئے ان سے اسم مفعول نہیں بنتا۔ اسم فاعل بنتا ہے جو قائِمٌ۔ مائِتٌ (مَيِّتٌ) قاعِدٌ اور هالِكٌ آتا ہے۔

(ج) افعال اَكَلَ۔ ذَبَحَ۔ رَمٰى اور زَرَعَ ثلاثی اور متعدّی ہیں اسلئے ان سے اسم فاعل فاعِلٌ کے وزن پر اور اسم مفعول مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔

اسم فاعل	اسم مفعول
آکِلٌ	مَأْكُوْلٌ
ذابِحٌ	مَذْبُوْحٌ
رامٍ	مَرْمِيٌّ (اصل مَرْمُوْيٌ تھا)
زارِعٌ	مَزْرُوْعٌ

جوابات مشق ۳

ترجمہ:

قَرَأَتْ فاطِمَةُ الْكِتابَ۔ حَفَرَ الصَّبِيُّ بِئْرًا۔ ذَبَحْتُ شاةً۔ اَكَلْتُ رَغِيْفًا۔ زَيْدٌ وَبَكْرٌ ذاهِبانِ۔ هُمْ ضارِبُوْنَ۔ جَلَسَ الرِّجالُ۔ اَلنِّساءُ قائِماتٌ۔ ما طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔ سَرَقَ اللِّصُّ مَتاعَكَ۔

قرآن مجید پر سوامی دیانند جی کے اعتراضات کے جواب

(۶)

اعتراض ۱۴۱ - آیت وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ پر اعتراض کرتے ہیں کہ :-

"اگر انجیل وغیرہ پر اعتقاد لانا لازم ہے تو مسلمان انجیل وغیرہ پر ایمان مثل قرآن کے کیوں نہیں لاتے ؟ اور اگر لاتے ہیں تو قرآن کا نازل ہونا کس واسطے ہے ؟ اگر کہیں کہ قرآن میں زیادہ باتیں ہیں تو کیا پہلی کتاب میں خدا لکھنا بھول گیا تھا ؟ اور اگر نہیں بھولا تو قرآن کا بنانا لاحاصل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بائیبل اور قرآن کی شاذ و نادر باتیں نہ ملتی ہوں گی ورنہ سب ملتی ہیں ایک ہی مکمل کتاب جیسی کہ وید ہے کیوں نہ نازل کی ؟"

الجواب :- آیت قرآنی کے رُو سے سابقہ کتبِ الٰہیہ پر ایمان لانا لازم ہے اور نفسِ ایمان میں کوئی فرق نہیں ہوتا - چونکہ توراۃ و انجیل وغیرہ سابقہ کتب محدود دائرہ کے لئے تھیں اور ان کا زمانہ بھی محدود تھا اسلئے ان میں تحریف واقع ہوگئی اور وہ محفوظ نہ رہیں - اسلئے قرآن مجید کی ضرورت تھی جو ساری قوموں، سارے ملکوں اور سارے زمانوں کے لئے کامل شریعت اور مکمل قانون ہے - خدا تعالے تو نہ بھولتا ہے اور نہ ہی اسے کبھی کوئی بات بھولی ہے مگر وہ ضرورت کے وقت ہر چیز عطا فرماتا ہے - جب تک نسلِ انسانی ملکی اور قومی قیود سے بالا ہو کر وحدتِ انسانی کی سطح پر آنے کے قابل نہ تھی اسے عالمگیر کتاب کس طرح دی جا سکتی تھی - یہ تو ایسا ہی مطالبہ ہے کہ چھوٹے بچے کو پہلے ہی سال ایم - اے کا کورس کیوں نہیں پڑھایا جاتا - درحقیقت ایسے مواقع پر پڑھانے والے کی یا نصابِ تعلیم کی قابلیت کے سوال کی بجائے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ پڑھنے والے میں کتنی قابلیت ہے ؟ جب تک انسان اعلیٰ کتاب کو سمجھنے کے قابل نہ ہو اسے اعلیٰ کتاب دے دینا اس کے ساتھ محبت کا اظہار نہیں ہے - وید اگر ابتدائے آفرینش میں دیئے گئے ہیں تب ہی تو ان میں بالکل ابتدائی امور کا ذکر ہے - وید کو کامل کتاب کہنا تو کامل کتاب کی تعریف کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے -

بائیبل اور قرآن مجید کی بہت سی باتوں کا ملتا جلتا ہونا ان کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ہے نہ کہ باعثِ اعتراض - کیونکہ یہ سب کتابیں ایک ہی سرچشمہ سے نکلی ہیں - قرآن مجید کا تو خود یہ دعویٰ ہے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ کہ دنیا بھر کی آسمانی کتابوں کی قائم رہنے والی سب صداقتیں قرآن مجید میں محفوظ ہیں - اور قرآن مجید ان صداقتوں کا مُهَيْمِن اور نگران ہے -

سوامی جی کا اعتراض اسلئے بھی غلط ہے کہ خود

تورات و انجیل میں اپنے بعد ایک کامل شریعت کے ظہور کی پیشگوئی موجود ہے۔ (کتاب استثناء و انجیل یوحنا ملاحظہ فرمائیں) پس تورات و انجیل کے بعد قرآن مجید کا بطور کامل شریعت کے آنا ان کتابوں کی پیشگوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے بھی ضروری تھا۔

اعتراض ۱۵۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ پر اعتراض کرتے ہوئے سوامی دیانند جی لکھتے ہیں:۔

"کیا قیامت پر ہی یقین رکھنا چاہیئے اور کسی چیز پر نہیں؟"

الجواب:۔ ناظرین غور فرمائیں کہ آیا یہ سوال کسی طرح سے وارد بھی ہوتا ہے؟ ایمانیات میں سے قیامت ایک ضروری چیز ہے۔ اس پر ایمان لانے کے ذکر سے باقی چیزوں پر ایمان لانے کی نفی کس طرح سے ہوگئی؟ قرآن مجید کے رُو سے ایمان لانے کے قابل ہر چیز پر ایمان لانا لازمی ہے۔

اعتراض ۱۶۔ آیت **اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ** کے متعلق سوامی جی کا اعتراض ہے کہ:۔

"کیا عیسائی اور مسلمان ہی خدا کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور ان میں کوئی گنہگار نہیں ہے؟"

الجواب:۔ اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں کسی قوم یا مذہب والوں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ چند اصول اور متقیوں کے صفات ذکر کرکے فرمایا ہے کہ جو لوگ ان صفات سے متصف ہیں وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان صفات کو ہر قوم کے لوگ اختیار کر سکتے ہیں، اسلام کی دعوت سب کے لئے عام ہے سب ہی ہدایت پر چلنے والے بن سکتے ہیں اس میں ہندو یا عیسائی کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اسلام کے رُو سے اللہ تعالیٰ کے سب فرمانوں کو ماننے والا ہی ہدایت پر ہوتا ہے۔

اعتراض ۱۷۔ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کے متعلق سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"کیا وہ عیسائی اور مسلمان جو بدکار ہیں وَے تو نجات پاویں گے اور دوسرے جو بدکار نہیں ہیں وَے نہ پاویں گے۔ یہ سخت بے انصافی اور اندھیر کی بات نہیں ہے؟"

الجواب:۔ قرآن مجید نے تو نیکوکار اور پاکیزہ مومنوں کے لئے نجات کا وعدہ فرمایا ہے اور سوامی صاحب ہیں کہ خواہ مخواہ بدکاروں اور عیسائیوں کو شامل کر رہے ہیں۔ کیا سوامی جی کا یہ رویہ بے انصافی اور اندھیر کی بات نہیں ہے؟

تحقیق اُمّ الالسنہ

(یعنی)

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونیکا قطعی ثبوت

(۴)

مبادیاتِ تحقیق!

(از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور)

{جناب شیخ محمد احمد صاحب ایڈووکیٹ لائلپور کی اس نہایت قیمتی علمی بحث کی یہ چوتھی قسط ہے۔ تیسری قسط ماہ دسمبر ۱۹۵۱ء کے الفرقان میں شائع ہوئی ہے (ایڈیٹر)}

گذشتہ اقساط میں مضمون مندرجہ عنوان کا مختصر سا پس منظر بیان ہوا ہے اور اب اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ گو بعض تمہیدی امور ابھی بیان کرنے کے قابل ہیں' لیکن انہیں کسی دوسری فرصت پر چھوڑ کر مسائل تحقیق کا آغاز ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ قرنہا قرن کے تغیرات و گردش میں زبانیں اپنے اصل یعنی عربی زبان سے علیحدہ ہو کر اپنی موجودہ شکل میں آئی ہیں۔ اور ان تغیرات کو دور کر کے اپنے اصل کی طرف الفاظ کو لوٹانے کا طریق بتدریج بیان ہو سکتا ہے اور اس کے متعلق کوئی ایک اصول نہیں ہے بلکہ درجنوں اصول ہیں جو رفتہ رفتہ بیان ہوں گے۔

بہ فرصت قطرہ دریا مے شود' چوں قطرہ شد دریا!

گذشتہ مضامین میں اُمّ الالسنہ کے نظریہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "منن الرحمٰن" سے کئی حوالجات درج ہو چکے ہیں لیکن اس بارے میں ایک حوالہ تمام حوالجات کا سرتاج اور چمنستان تحقیق کا گلِ سرسبد ہے۔ وھو ھذا:-

"ہم منن الرحمٰن میں ثابت کر چکے ہیں کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے مُنہ سے نکلے ہیں۔ اور دُنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو "خدا کے قدوس کی زبان" اور "قدیم" اور "تمام علوم کا سرچشمہ" اور

"تمام زبانوں کی ماں" اور "خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ" ہے۔ اسلئے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا۔ پھر وہی کلام دُنیا میں اُترا اور دُنیا نے اس سے بولیاں بنائیں۔ اور آخری تخت گاہ خدا کا اسلئے لغتِ عربی ٹھہری کہ آخری کتاب خدا تعالےٰ کی جو قرآن شریف ہے عربی میں نازل ہوتی۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۹۷)

یہ حوالہ ایک ہمہ گیر کلیہ ہے اور ایک بحرِ زخار ہے جس میں بے شمار مضامین موجزن ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ عربی زبان دُنیا کی تمام زبانوں پر ایک دائرے کی طرح محیط ہے۔ اور یہی وہ منزل ہے جو ایک محقق کا قبلۂ ہمت اور کعبۂ مقصود ہونا چاہیئے۔

تمام اصولِ تحقیق ایک سرسری نظر میں

راقم کی تحقیق کے پانچ بنیادی اصول ہیں:۔

(۱) حروفِ صحیحہ یعنی کانسونینٹ مدارِ تحقیق ہیں۔ (vowel) واول اعراب کا بدل ہیں اس لئے قابلِ شمار نہیں۔ اکثر عجمی الفاظ میں حروفِ علت بھی اشباع اور امالہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں اور ان کا شمار بھی واولوں میں ہے اور کسی عجمی لفظ کا عربی ماخذ نکالنے کے لئے حروفِ صحیحہ پر ہی توجہ مرتکز ہونی چاہیئے۔ اور واول اور حروفِ علت خارج از شمار ہوں گے۔

(۲) لہجہ بدلتا ہے یعنی حروفِ تہجی کا ابدال ہوتا ہے۔ مثلاً (ب) کی جگہ (ف) یا (ک) کی جگہ (س) لے لیتا ہے۔ پس مختلف مُلکوں اور زبانوں کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے کہ عرب کا کونسا حرف کسی غیر زبان میں جاکر کس حرف سے بدلتا ہے۔ اور یہ سب سے اہم سب سے مشکل اور نہایت وسیع مضمون ہے۔ اور جب تک کامل مہارت اور مزاولت نہ ہو اس مضمون کا قابو میں آنا اور اس پر حاوی ہونا دشوار ہے۔ گو بعض اصول ایسے ہیں جن سے یہ مضمون بہت حد تک سہل ہو جاتا ہے۔ ابدالِ حروف کا مفصّل نقشہ آئندہ درج ہوگا۔ انشاء اللہ

(۳) لہجہ پھیلتا ہے۔ اور عربی کا ایک چھوٹا سا لفظ پھیل کر لمبا ہو جاتا ہے۔ پس وہ کونسا قاعدہ ہے جس سے اس پھیلاؤ کو دُور کیا جائے تاکہ اصل عربی لفظ بحالہ قائم ہو جائے۔

(۴) لہجہ سُکڑتا ہے۔ اور کچھ حروف گر جاتے ہیں اور عربی کا لفظ اپنے حجم میں کم ہو جاتا ہے۔ پس وہ کونسے حروف ہیں جو گرتے ہیں اور انکو بحال کرنے کی کیا تدبیر ہے۔

(۵) لہجہ بگڑتا ہے۔ اور یہ بگاڑ کئی طریقوں پر ہوتا ہے۔ یا تو قدرتی طور پر لہجہ الفاظ کو بگاڑ کر ادا کرتا ہے اور سہولت پسندی کی خاطر طرزِ ادا مختلف ہو جاتا ہے کیونکہ لہجہ قدرتاً سہولت پسند ہے۔ اور آب و ہوا کے لحاظ سے مخارج کی ساخت پر اثر پڑتا ہے۔ ثانیاً علمائے السنہ کے تصرفات

اور گرامر کی تصریفات سے ایک لفظ کا حلیہ بگڑ کر کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ پس وہ کونسے قاعدے ہیں جن سے یہ قدرتی بگاڑ اور مصنوعی تصریف اور تصرف دور کیا جائے۔

غرضیکہ یہ پانچ قدرتی اور بنیادی قاعدے ہیں۔ یعنی حروف صحیحہ کو مدارِ تحقیق رکھنا۔ ابدالِ حروف کے متعلق شرحِ تبادلہ کا معلوم کرنا۔ لہجہ کے پھیلاؤ کو سکیڑنا اور سکڑاؤ کو پھیلانا۔ بگاڑ کو سنوارنا اور تصریف اور تصرف کو درمیان سے اٹھا دینا۔

ظاہر ہے کہ یہ پانچ اصول عین قدرتی، صاف اور سادہ ہیں۔ اور ان کی صداقت میں مشکل سے کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا علمی نظریہ کے ماتحت حسب ذیل قواعد وضوابط یا فارمولے قائم ہوتے ہیں جن کی مفصل تشریح تو آئندہ قسط وار درج ہوگی۔ سرِدست ان کا ایک دھندلا سا خاکہ تعارف کے لئے پیش کیا جاتا ہے جو آئندہ مضامین کے لئے بطور ارہاص ہے۔

شقِّ اوّل

(الفاظ کا تجزیہ)

(۱) رفعِ ابدال۔ یعنی حروف کی شرحِ تبادلہ کس طریق پر معلوم کی جائے۔

(۲) رفعِ لین۔ یعنی الفاظ کا پھیلاؤ کس طرح کم کیا جائے۔

(۳) رفعِ تکبیر۔ یعنی الفاظ کا سکڑاؤ کس طرح پھیلایا جائے۔ (اس کی چار قسمیں ہیں)

بنیادی اور ہمہ گیر اصول تو یہ تینوں ہی ہیں اور باقی مندرجہ تحت اصول ایسے ہیں جن میں الفاظ کا بگاڑ درست کر کے ہر ایک اصل اور اس کی تحتی شاخیں لامحالہ مندرجہ بالا تین ۳ دروازوں میں سے ہو کر گزرینگی۔ بلکہ ایک لحاظ سے اصول رفعِ ابدال بھی ہر جگہ لازماً عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعض الفاظ میں اصلی عربی حروف اور عجمی حروف مطابق رہتے ہوں لیکن اصول رفعِ لین اور رفعِ تکبیر ہر حال میں اور ہر صورت میں چسپاں ہوگا۔

وہ اصول جو لہجہ کے بگاڑ اور تصریف اور تصرف کو دور کرنے پر مبنی ہیں حسب ذیل ہیں۔

شقِّ دوم

(تصفیہ و تنقیہ الفاظ)

(۴) رفعِ ترکیب۔ یعنی مرکب الفاظ کے مفرد اجزاء کو حل کرنا۔

(۵) رفعِ تصریف۔ یعنی مختلف عجمی گرامروں نے الفاظ کو جس طرح بگاڑا یا بنایا ہے اور ان پر پیوند چڑھائے ہیں ان کو برطرف کرنا۔

(۶) رفعِ تنوین۔ اصل میں تو یہ بھی تصریف کی ایک قسم ہے۔ یعنی عجمی الفاظ میں جو مصدری علامتیں بڑھائی گئی ہیں اُن کو دور کر دینا۔ مثلاً اردو اور ہندی میں (نا) پرانی انگریزی اور جرمن زبان میں (ــــن)، فارسی میں (دن) اور (تن) علامات

مصدری ہیں - دراصل یہ عربی مصدر کی علامت یعنی تنوین کا بدل ہیں - دوسری زبانوں میں بھی بعض اوقات علاماتِ مصدری ہوتی ہیں جنہیں زائد شمار کر کے نکال دیا جائے گا۔

(۷) رفعِ زوائد۔ جو زائد حروف لہجہ نے الفاظ میں داخل کر دیئے ہیں یا گرامر نے ان کا اضافہ کیا ہے ایسے حروف کی پہچان اور ان کا اخراج - (اس کی نو قسمیں ہیں)

(۸) رفعِ لطافت - عربی کے بعض شدید الصوت حروف کی بجائے عجمی لہجے بعض خفیف الصوت حروف کو اختیار کرتے ہیں ایسے حروف کی پہچان اور انکا تبادلہ (اسکی تین قسمیں ہیں)

(۹) رفعِ ثقالت - یہ اصول نمبر (۸) کا عکس ہے یعنی عربی کے خفیف الصوت حروف کی بجائے عجمی لہجے بعض شدید الصوت حروف کو اختیار کرتے ہیں - ایسے حروف کی پہچان اور انکا تبادلہ۔

(۱۰) رفعِ نقاب - یہ ایک راز سربستہ ہے اور انگریزی لغت کے تقریباً بیس فیصدی الفاظ اس کی زد میں ہیں - اس کی تشریح سب سے آخر میں کی جائے گی - انشاء اللہ

(۱۱) رفعِ مقلوبیت - یعنی حروف کی ترتیب کا ٹوٹ جانا اور اُن کا آگے پیچھے ہو جانا - ایسے الفاظ کے حروف کو ان کی صحیح ترتیب پر لانا رفعِ مقلوبیت ہے - جس قدر اصول اور انکی تحتی شاخیں اُوپر بیان ہوئے ہیں مقلوبیت ان سب کے گلے کا ہار ہے۔

نہایت کثیر الوقوع اور عمل کرتے میں مشکل - کیونکہ یہ انتقالِ ذہنی پر موقوف ہے۔

شقِ سوم

(نئے رُوٹ)

(۱۲) رفعِ فقدان - یعنی جن الفاظ کا ماخذ علمائے السنہ کو نہیں مل سکا اُس کی شراغ رسانی اور صحیح ماخذ عربی زبان سے نکالنا۔

(۱۳) رفعِ اختلاط - تجنیسِ خطی کی وجہ سے کئی کئی عربی الفاظ غیر زبانوں میں جا کر ایک ہی ہجا پر منتج ہو جاتے ہیں - اور یہ ایک مانا ہوا اصول ہے کہ بعض الفاظ میں یہ اختلاط ہوتا ہے - پس ایسے اختلاط کو دور کرنا اور ایک عجمی لفظ کے کئی الگ الگ عربی رُوٹ قائم کرنا -

ایسے الفاظ جو تجنیسِ خطی پر مبنی ہیں Homonyms کہلاتے ہیں - انگریزی لغت میں ایسے الفاظ کی تعداد چھ سو کے قریب بتلائی ہے لیکن ؎

پرے اس جہاں سے جہاں اور بھی ہیں

ابھی سینکڑوں الفاظ ایسے ہیں جو جدید Homonyms عند التحقیق ثابت ہوئے ہیں -

(۱۴) رفعِ اغلاط - الفاظ کا ماخذ یعنی رُوٹ نکالنے میں انگریز محققین کو ہزاروں الفاظ کے بارے میں صاف، صریح فاش اور مضحکہ غلطیاں لگی ہیں - ایسے اغلاط کی تصحیح (اسکی بارہ قسمیں ہیں)

یہی وہ مقام ہے جہاں گھمسان کا رن پڑتا ہے اور کشتوں کے پشتے

گئے ہیں اور عربی کا نظامِ مفردات قدم قدم پر نام نہاد علمائے یورپ کی غلطیاں نکالتا اور انہیں راہِ صواب پر لاتا ہے اور عربی کا اُمّ الالسنہ ہونا مہرِ نیمروز کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ وماذا بعد الحق الا الضلال۔

لیکن تمام اصول بیان ہونے کے بعد ہی یہ مضمون ادا ہو سکتا ہے۔

(۱۵) رفعِ تنصیف۔ یعنی کسی عربی لفظ کا جزوِ اول یا جزوِ آخر لیکر ایک جزو سے ہی کُل کا کام لینا۔ مثلاً امیر البحر کی بجائے Admiral۔ (سفست۔ چھاننا) کی بجائے محض سفت یعنی Sieve یا Sift اختیار کر لینا۔ ایسے الفاظ کا صحیح ماخذ قائم کرنا۔

(۱۶) رفعِ تلمیح۔ بعض الفاظ کے پیچھے ایک قصہ اور افسانہ ہوتا ہے جس کے مطابق اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ گو خود اس لفظ کے وہ معنے نہیں ہوتے۔ ایسے الفاظ کا ماخذ بقدرِ امکان معلوم کرنا۔

جو الفاظ مندرجہ بالا اصول سے حل نہ ہو سکیں تو اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ان کا سُراغ ناپید ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابلِ بیان ہے کہ تمام لغتِ عرب مدوّن شکل میں ہم تک نہیں پہنچی اسلئے ہو سکتا ہے کہ بعض الفاظ کا سُراغ ہمارے علم اور دسترس سے باہر ہو اگرچہ وہ لفظ عربی پر مبنی ہو۔ لیکن بہرحال بعض زبانوں کا کثیر حصہ اور بعض کا قلیل حصہ عربی زبان پر مبنی ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی تحقیق ام الالسنہ کا نظریہ ہے۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

اس بارے میں امور ذیل قابلِ غور ہیں:۔

(ا) مندرجہ بالا سولہ بنیادی قاعدے ہیں جن میں اصول رفعِ لین اور رفعِ تکبیر اصل اصول ہیں اور باقی ان کی فرع ہیں یا ضمنی نسبتی اور اضافی امور ہیں۔ اور ہر ایک کا مرجع اور مآب اصول رفعِ لین اور رفعِ تکبیر ہے۔

اثنائے تحقیق میں راقم کو کم از کم پچاس ہزار الفاظ سے واسطہ پڑا ہے جو بیسیوں زبانوں کے الفاظ تھے اور مندرجہ بالا اصول کے مطابق ان الفاظ کا عربی ماخذ قائم کرنے میں کامیابی ہوئی۔ اسے مبالغہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ ایک حقیقتِ نفس الامری کا اظہار ہے۔ غرضیکہ اصول مذکورہ کا استنباط اور استخراج ایک لمبے اور وسیع تجربے پر مبنی ہے جو دُنیا میں کسی علم اور صنعت یا سائنس کے قیام کا باعث ہوتے ہیں۔

زیادہ غور کرنے اور مختلف زبانوں کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھ کر مزید اصول بے شک معلوم ہو سکتے ہیں یا مذکورہ اصول میں ترمیم و اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن مندرجہ بالا اصول راقم کے نزدیک اکثر اور بیشتر حد تک درست ثابت ہوتے ہیں اور خدا چاہے تو اس تحقیق کو ایک علم اور فن کے مرتبے تک پہنچا دے۔

(ب) مذکورہ اصول بے شک ابھی تک غیر مشروح ہونے کے لحاظ سے محض ایک دعویٰ معلوم ہوتے ہونگے۔ لیکن آئندہ اقساط میں ہر ایک دعویٰ کا مفصل اور

یقینی ثبوت انشاء اللہ دیا جائے گا۔

یہ حصۂ مضمون اسی غرض سے لکھا گیا ہے کہ ایک دعویٰ پیش کر دیا جائے اور اس کی تائید میں آئندہ دلائل و شواہد بیان کئے جائیں۔

(ج) بعض اوقات سامنے اور قریب کی چیز نظر سے اوجھل رہتی ہے۔ اور جب اس پر نظر پڑتی ہے تو انسان اپنی کم نظری پر خود تعجب کرتا ہے۔ اسلئے عین ممکن بلکہ اغلب ہے کہ اصول مذکورہ کی جب تشریح کی جائے گی تو وہ ایسے آسان اور پیش پا افتادہ معلوم ہوں جیسا کہاوت میں انڈے کا میز پر کھڑا کرنا۔ تمام نئے علوم اور ایجادات کسی نے گھر سے نہیں نکالے۔ بلکہ وہ کتاب فطرت میں پیشتر سے مندرج تھے اور ان کا دریافت ہو جانا صرف انتقال ذہنی کا کرشمہ تھا۔ معمہ جب حل ہو جائے تو ایک عام بات ہوتی ہے۔

(د) بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک چور جب پکڑا جاتا ہے تو اس سے ایک معمولی چوری کا مال مطلوب ہوتا ہے لیکن حسنِ اتفاق سے اسی چور سے سینکڑوں چوریوں کا مال برآمد ہو جاتا ہے بلکہ چوروں کے کئی گروہوں کی نشاندہی بھی وہ خود کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا اصول میں سراغرسانی اسی طریق پر ہوتی ہے ورنہ راقم اور تحقیق اُمّ الالسنہ من آنم کہ من دانم؟

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

انتباہات

۱۔ علمائے السنہ اصول مذکورۃ الصدر کا انکار نہیں کر سکتے۔ بلکہ اُن میں سے اکثر اُن کے مسلّمات میں سے ہیں۔ گو میرے نزدیک یکجائی طور پر یہ اصول انہیں معلوم نہیں ورنہ وہ عربی کو تمام زبانوں کا منبع اور ماخذ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے اور وہ لغزشیں نہ کھاتے جو الفاظ کی سراغرسانی میں وہ پے در پے کھاتے رہے ہیں۔ خصوصاً اصول رفعِ نقاب کی طرف تو ان کی نظر بہت ہی کم گئی ہے۔ علاوہ ازیں اصول کا معلوم ہونا امر دیگر ہے اور کسی زبان پر چسپاں کرنا دیگر۔ زبان کی ابتداء کے متعلق ایک غلط نقطۂ نظر نے انہیں اس طرف آنے ہی نہیں دیا کہ اصولِ معلومہ کو عربی زبان پر عائد کر سکیں۔

یار نزدیک تر از من بمن است
ویں عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم با کہ تواں گفت کہ او
در کنارِ من و من مہجورم

۲۔ اصولِ مذکورہ فرداً فرداً بھی تحقیقِ الفاظ کے بارے میں عائد ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر بھی۔ اور اس طرح بھی کئی قسمیں اور شاخیں ان اصول کی بن جاتی ہیں۔

۳۔ چونکہ کانسونینٹ یعنی حروفِ صحیحہ مدارِ تحقیق ہیں اسلئے یہ لازم ہے کہ کسی لفظ کے تمام حروف صحیحہ کسی نہ کسی وجہ موجبہ پر قائم رکھے جائیں یا انہیں کم و بیش

کیا جائے۔ جب تک کسی لفظ کے تمام حروف صحیح توجیہہ پذیر نہ ہوں رُوٹ یعنی ماخذ کا دریافت کر لینا قابلِ حُجّت نہیں ہو سکتا۔ یہ اصول اسلئے درج کیا گیا ہے کہ یورپین محقق جب الفاظ کا رُوٹ تلاش کرتے ہیں تو اِس اصول سے بالکل بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک حروف کا کم و بیش ہو جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ غیر سائنٹفک اور بھونڈا طریقِ تحقیق ہے۔ مثلاً ان کے نزدیک Wolf (بھیڑیا) کا رُوٹ Lupos :- Lukos - Varka ہے۔ گویا یہ سب ایک ہی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ حالانکہ یہ چاروں الگ الگ عربی لفظ بمعنی بھیڑیا ہیں۔ نہ کہ ایک لفظ کی مختلف شکلیں۔

۴۔ استعارہ۔ مجاز۔ تقلیب۔ نسبت۔ تلمیح وغیرہ کا بہت کچھ دخل تحقیق الفاظ میں ہوتا ہے۔ فعل سے فاعل صفت سے موصوف۔ ظرف سے مظروف مراد لینا ایک عام بات ہے لیکن اِن سب سے بڑھکر عجمیّت کا ایک نمایاں نقص یہ ہے کہ مفردات کا کامل نظام نہ ہونے کی وجہ سے انہیں ضرورتاً اور اضطراراً بعض الفاظ سے ایسے مفہوم تراشنے پڑتے ہیں جو دراصل اس لفظ کے معنی نہیں ہیں۔ یہ امر بھی ہمیں ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ یہ اضطرار ہی ہے جو مرکب الفاظ کے گھڑے جانیکا باعث بنا۔ کیونکہ مفردات کا کامل نظام جو ہر ضروری مفہوم کو مفرد الفاظ سے ادا کر سکے سوائے عربی کے کسی اور زبان میں نہیں۔

۵۔ آئندہ مضامین میں الفاظ کے جو رُوٹ اصول مذکورہ بالا کی مدد سے قائم کئے جائیں گے۔ لازمی نہیں کہ یورپین محققوں کے ساتھ ان میں خاکسار کا اتفاق ہو کیونکہ جابجا ان کی اغلاط ثابت ہیں۔ البتہ یہ بارِ ثبوت خاکسار کے ذمہ ہے کہ جو غلط رُوٹ اہلِ لُغت نے دیئے ہیں اُن کو بھی حل کر کے اُن کا غلط ہونا ثابت کیا جائے۔ اور یقیناً یہ حُجّت و بُرہان کی ایسی تیغِ دو دُم ہے جس کے آگے کوئی سپر کام نہیں دے سکتی۔ اور تحقیق کا قدم یقین و اطمینان کے مینار پر اُستوار ہو جاتا ہے۔

۶۔ ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے عاجز کو ازراہِ کرم یہ فرمایا تھا کہ ایسے رُوٹ دینے سے پرہیز کروں جو محلِ نظر یا تاویل طلب ہوں اور مخالف اُن پر جرح اور گرفت کر سکے۔ بلکہ تحقیق کے دائرے کو خواہ تنگ کرنا پڑے لیکن یقینی طور پر الفاظ کے رُوٹ قائم کئے جائیں۔ یہ نصیحت عاجز کے لئے مشعلِ ہدایت اور سنگِ راہ ہے جسے عاجز انشاءاللہ ہر آن ملحوظ رکھے گا تا کہ یہ تحقیق مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور اٹکل اور تاویلاتِ رکیکہ اور توجیہاتِ بعیدہ سے پاک و صاف رہے۔ واللہ الموفق

۷۔ آئندہ اقساط میں مذکورۃ الصدر اصول کی تشریح اور تفصیل ہوگی۔ اور ہر ایک مضمون کے سر عنوان "مِننُ الرحمٰن" کی وہ عبارت درج ہوگی جو

اصول زیرِ بحث کے متعلق بطورِ خضرِ راہ اشارہ کرتی ہے۔

۸ - اُمّ الالسنہ کا نظریہ ایک ایسی متاعِ عزیز ہے جو صرف اور محض جماعتِ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے عطا فرمائی ہے تاکہ اسلام اور قرآن حکیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک نئی دلیل اِس علمی زمانے میں قائم ہو۔ ورنہ علماء نے ظاہر یا کوئی اَور تو اِس کوچے میں داخل ہی نہیں ہوا۔ نہ کسی اَور کا یہ نقطۂ خیال ہے کہ عربی زبان دُنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ بقول ایڈیٹر صاحب الفرقان مصر کے ایک بڑے ادیب اور عالم نے اِس نظریہ کو معجزہ کہا۔ اور بجا کہا۔

راقم کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ محترم سید سلیمان صاحب ندوی ایسے جیّد عالم نے اپنی تالیف ارض القرآن میں ایک موقع پر یہ ذکر کیا ہے کہ عربی زبان کی وسعت کا ایک سبب یہ تھا کہ قریش تاجر تھے اسلئے دوسری قوموں اور مُلکوں کے الفاظ عربی میں داخل ہو کر اس کی وسعت کا موجب ہوئے۔ یہ نظریہ اُمّ الالسنہ کے نظریہ سے بالکل مخالف ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ جو الفاظ عربی میں دخیل کہلاتے ہیں وہ تعداد میں اتنے تھوڑے ہیں کہ عربی زبان کی وسعت کا موجب نہیں ہو سکتے۔ نقطۂ خیال کا فرق انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے۔

۹ - یہ مضمون ایسی نوعیت کا ہے کہ تحریر کی نسبت بذریعۂ تقریر زیادہ آسانی سے ادا ہو سکتا ہے۔ پس ناظرین اس مجبوری کو ملحوظ رکھیں گے۔

راہ باریک است و شب تاریک و مرکب لنگ و پیر
اے سعادت رُخ نما و اے عنایت دست گیر

قرآن مجید کی زبان اور حفاظتِ قرآن

عربی زبان کی جس سہل، سلیس اور دلربا شکل میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا حفظ کرنا بالکل آسان ہے اور مسلمان سہولت سے اسے ازبر زبانی یاد کر لیتے ہیں اور سفر و حضر میں اس کے الفاظ کو دہراتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ کہ ہم نے قرآن مجید کو بغرضِ نصیحت بہت آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابیں اس خصوصیت سے بھی محروم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے اس کے پیرو اس طرح محفوظ رکھتے ہوں جس طرح قرآن مجید محفوظ ہے۔ قرآن مجید کو اپنی شیریں زبان اور سلیس لہجہ کی بدولت یہ مقام حاصل ہے کہ اس زبان کا تھوڑا سا ذوق رکھنے والا انسان بھی اس لذت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے جو قرآن مجید کی زبان میں موجود ہے۔

قرآن مجید محفوظ اور غیر محرّف آسمانی کتاب ہے!

شیعہ صاحبان پر ایک غلط الزام اور اس کی پُرزور تردید!!

حکومتِ پاکستان کے سامنے نہایت معقول تجاویز!!!

قرآن مجید کا غیر محرّف اور ہمیشہ کے لئے محفوظ کتاب ہونا دوست و دشمن محقّقین کو مسلّم ہے۔ یورپ کے مستشرقین ہزار کوششوں کے باوجود قرآن مجید میں کسی قسم کی تبدیلی یا تحریف ثابت نہیں کر سکے۔ اور بالآخر انہیں برملا اعتراف کرنا پڑا کہ ہم قرآن مجید کو منجانب اللہ یعنی کلامِ خدا مانیں یا نہ مانیں یہ علیحدہ امر ہے لیکن ہم اِس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ تاریخی شہادتوں اور قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ یہی قرآن مجید حضرت بانیٔ اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) نے دُنیا میں پیش کیا تھا، اس میں سرِمُو تبدیلی نہیں ہوئی۔[1]

دشمنانِ اسلام کی اِس واضح گواہی کے بعد یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کا کوئی فرقہ یا کوئی فرد قرآن مجید کو محرّف و مبدّل کتاب مانتا ہو۔ لیکن جہالت، غلوّ اور دشمنی کا ستیاناس ہو کہ اس کا شکار ہو کر بعض افراد قرونِ وُسطیٰ میں اِس قسم کا غلط اور سراسر جھوٹا خیال ظاہر کرتے رہے ہیں مگر یہ خیال نہ کسی محقق کا تھا اور نہ ہی کسی مسلمان فرقہ نے بحیثیت فرقہ اِس کو اپنایا ہے۔

شیعہ اخبار "دُرِّ نجف" سیالکوٹ نے لکھا ہے کہ سُنّیوں کا ایک طبقہ بذریعہ پریس یہ مشہور کر رہا ہے کہ:-

"مذہبِ شیعہ کے مسلمان اور ان کے علماء مجتہدین و مفسّرین سلف سے خلف تک قرآن مجید کو محرّف، مبدّل، ناقص اور غیر معتمد۔ ناقابلِ عمل مانتے ہیں۔" (دُرِّ نجف ۲۲ر جون سنہ ۵۲ء)

ہمارے نزدیک یہ الزام سراسر جھوٹا اور بے بُنیاد ہے۔ شیعہ مجتہدین و مفسّرین ہرگز اس خیال کے قائل نہ تھے۔ یہ الزام نہ صرف شیعہ بھائیوں پر ظلم ہے بلکہ اس سے قرآن مجید پر بھی ظلم ہوتا ہے۔ اس لئے جن سُنّی صاحبان نے اِس قسم کا افترا کیا ہے انہیں اس سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے۔ ہم اِس جگہ بعض شیعہ مجتہدین و اکابر کی چار تحریروں کے عکس دے رہے ہیں جو اگست سنہ ۱۹۳۱ء کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن۔ نیز لائف آف محمدؐ مصنفہ سر ولیم میور +

(شیعہ مجتہدین کی تحریریں)

(۱)

باسمہ سبحانہ

قرآن مجید سے کسی سورۃ کا کم ہونا ثابت نہیں اور سورۂ علیؑ
وغیرہ کا جزو قرآن ہونا یا کلام خدا ہونا غیر مسلّم ہے
واللہ العالم

مہر

محسن الحکیم

(۲)

اس قرآن مجید سے جو مروج ہے زائد ہونا ثابت نہیں ہے
اور سورۂ علی و فاطمہ وغیرہ جو بعض مروج قرآن میں نہیں ہیں
ان کا ثبوت نہیں ہے اور من حیث القرآن پڑھنا ان کا
اور سنانا ان کا جائز نہیں ہے مگر بقصد تعلیم

[illegible]

مہر

(۳) باسمہ سبحانہ

یہی قرآن کتاب خدا ہے ۔ اسمیں ہر رطب و یابس موجود ہے
اسی پر ہمارا ایمان ہے ۔ یہی بروز قیامت اپنے تلاوت
کرنیوالوں کی شفاعت کریگا ۔ اسکے علاوہ دوسرا
قرآن غیر ثابت ۔ سورۂ علی و فاطمہ کا سورۂ قرآنی
سمجھ کے پڑہنا اور سننا ناجائز ہے واللہ علیم

حررہ السید ابن حسن بقلمہ

مہر

(۴)

موجودہ قرآن قرآن مجید بلا شک و ریب ہے اور جو اخبار آحاد
تحریف میں کتب شیعہ میں مندرج ہیں وہ معمول بہا نہیں ہیں بلکہ بعض ماؤل و
بعض مطروح ہیں اور سورۂ مذکورہ کو من حیث القرآن پڑھنا اور سننا
جائز نہیں واللہ علیم

حررہ السید علی بقلمہ

مہر

ان تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ شیعہ فرقہ کے لوگ بھی قرآن مجید کو محفوظ اور غیر مبدل یقین کرتے ہیں۔
اگر پہلے کسی غالی اور جاہل آدمی نے قرآن کریم کو محرف شدہ کتاب کہا ہے تو اُس کی اس غلطی کو محققین یا سارے شیعہ

فرقہ کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے۔ لاہور سے شائع ہونے والا شیعوں کا اخبار "شیعہ" لکھتا ہے:۔

"شیعوں کا اعتقاد قرآن موجودہ کی نسبت یہ ہے کہ اس میں کچھ زیادتی نہیں ہوئی۔ ایک گروہ آیات فضائل اہلبیت کے کم ہونے کا قائل ہے لیکن وہ بھی اس کا معتقد ہے کہ موجودہ قرآن قرآن ہی ہے اور اس کے احکام واجب العمل۔ یہ اخباریوں کا گروہ ہے۔ لیکن ہم شیخ صدوق و امثالہ کے مذہب پر ہیں جو قرآن میں زیادتی یا کمی کے قائل نہیں۔ اور جن روایات سے کمی کا شبہ ہوتا ہے وہ اخبار احاد سے ہیں یا الفاظ تفسیری پر مشتمل ہیں"۔ (اخبار شیعہ لاہور، جولائی ۱۹۲۰ء)

کراچی سے نکلنے والا شیعہ ماہنامہ "نور" لکھتا ہے:۔

"ہم تمام شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو قرآن مجید اس وقت اسلامی دنیا میں جاری ہے یہ سب من اولہٖ الیٰ آخرہٖ خدا کا کلام ہے۔ ایک لفظ اس میں کسی بشر کا زیادہ کیا ہوا نہیں۔ اس عقیدہ کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ اگر شیعہ اس قرآن پر ایمان نہ رکھتے ہوتے تو یقیناً ان کے پاس کوئی دوسرا قرآن ہوتا۔ یا یہی قرآن ہوتا مگر اس میں کوئی تبدیلی کر لی گئی ہوتی۔ سورتوں کو آگے پیچھے کر دیا گیا ہوتا۔ آیات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا جاتا۔ الفاظ کی حرکات کو بدل دیا جاتا۔ لیکن تیرہ سو برس سے زیادہ زمانہ گذر گیا آج تک کسی صدی میں کسی شیعہ سے کوئی ایک قرآن بھی ایسا پیش نہیں کیا گیا جس میں ایک زیر یا زبر کا بھی فرق ہو۔ اگر ان کا ایمان اس قرآن پر نہ ہوتا تو جس طرح انہوں نے اور بھی چیزوں کو سوادِ اعظم سے جدا کر لیا ہے اپنا قرآن کیوں نہ جدا کر لیتے۔ لیکن ایسا نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ الزام لگاتا ہے کہ ان کا ایمان اس قرآن پر نہیں وہ پورا ابوجہل بلکہ اس سے بھی بدتر ہے اور مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔" (نور کراچی بابت جولائی ۱۹۵۱ء صفحہ ۲۳)

اصل بات یہ ہے کہ آج کے بعض مسلمان اخلاقی انحطاط کے باعث اپنے سے مختلف الخیال انسان کے بارے میں سچائی اور انصاف سے کام لینے کے عادی نہیں رہے۔ وہ اپنے مخالف کے متعلق جھوٹ بولنا اور اس کی طرف جھوٹے اور خود تراشیدہ عقائد و خیالات منسوب کر کے اشتعال دلانا اپنا بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق قرآن مجید کی تعلیم کے بالکل مخالف ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ) کہ اے مومنو! کسی قوم سے دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے تم کو بہر حال عدل قائم کرنا چاہیئے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا یہی طریق ہے۔" اس زرین اسلامی تعلیم کے باوجود آج مسلمان کہلانے والے دوسرے افراد اور دوسرے فرقوں کی طرف غلط اور گندے عقائد و خیالات منسوب کر کے اس

سرزمین میں فتنہ و فساد پھیلا رہے ہیں اور ملک کے امن کو برباد کرنے کے درپے ہیں۔ ہمارے نزدیک شیعہ صاحبان کے خلاف مندرجہ بالا غلط عقیدہ کی تشہیر ایسے ہی گرے ہوئے اخلاق والے افسانوں کا کام ہے۔

ہم اس طریق اور اس فعل کی مذمت کرنے کے علاوہ پاکستان کی اسلامی سلطنت کے سامنے اس فتنہ کے انسداد کے لئے بعض نہایت معقول تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ حکومت ہر شخص اور ہر فرقہ کو اس امر کا پابند کر دے کہ **اوّل** وہ اپنے خیالات و عقائد کی تبلیغ میں ان عقائد کی خوبیوں کے پہلو پر زور دے، جارحانہ رنگ ہرگز اختیار نہ کرے۔ **دوم** دوسرے کسی فرقہ یا جماعت کی طرف کوئی ایسا عقیدہ یا خیال منسوب نہ کرے جو صراحت کے ساتھ اس فرقہ کے مسلّمہ اماموں یا مستند علماء نے بطور عقیدہ پیش نہ کیا ہو **سوم** اگر کسی فرقہ کے لوگ کھلے طور پر ایک عقیدہ کے اپنی طرف منسوب کئے جانے کا انکار کریں اور بذریعہ تحریر اس عقیدہ سے بیزاری پر مشتمل اعلان شائع کر دیں تو کسی کو حق نہ ہوگا کہ ان کی طرف پھر اس عقیدہ کو منسوب کرے۔

ہمارے نزدیک یہ **تین تجویزیں** ایسی ہیں کہ حکومتِ پاکستان ان کو اختیار کر کے اس فتنہ کا سدِّباب کر سکتی ہے جو فرقہ وارانہ مخاصمت کو ہوا دیکر بھڑکایا جا رہا ہے۔ ان تجاویز پر عمل پیرا ہونے سے اسلام کی اخلاقی تعلیم کا ایک پہلو بھی نمایاں ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے اہلِ حق کے لئے کوئی تبلیغی روک پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ سچ اپنی اشاعت کے لئے غیر اسلامی طریقوں اور اشتعال انگیزیوں کا محتاج نہیں ہے مسلمان دنیا میں اخلاق فاضلہ کے قائم کرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ اسلئے مسلمانوں کے تمام فرقوں کا فرض ہے کہ اپنے اخلاق کو قائم کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ انصاف کریں، ان کی طرف جھوٹے عقائد منسوب نہ کریں، اس قسم کی ناجائز حرکات کہ کسی شخص یا فرقہ کی طرف غلط عقیدہ منسوب کر کے اسکے خلاف عوام میں **اشتعال** پیدا کر دیا جائے درحقیقت شکست خوردہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ پاکستان ایک نیا آزاد ملک ہے اور اس ملک کے آزاد شہریوں کو آزادیٔ ضمیر کی نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ فرقہ وارانہ فضا پیدا کر کے اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنیوالے اسکے بدترین دشمن ہیں۔ ہم نے الفرقان کے نصب العین کے مطابق اس مضمون میں شیعہ بھائیوں کی طرف منسوب کئے گئے ایک غلط اتہام کی تردید کی ہے اور یہ تردید ان کے اپنے الفاظ میں کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جب ایک فرقہ کے لوگ اپنی طرف منسوب ہونے والے ایک عقیدہ کی برملا تردید کر دیں تو وہ عقیدہ ان کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ یہ طریق اخلاق کے مطابق ہے اور ہمارے اس آزاد ملک کے استحکام کے لئے نہایت ضروری طریق ہے۔ تمام فرقوں کو اس طریق پر گامزن ہونا چاہیئے اور ہمیشہ تعدی کرنے والے گروہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے +

ایک سکھ وِدوان کا قرآن شریف پر لغو اعتراض

(از مکرم جناب عباد اللہ صاحب گیانی امرتسری)

اکثر سکھ وِدوانوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہ جب کبھی سکھ مذہب کے کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسلام اور قرآن شریف پر اعتراض کئے بغیر نہیں رہتے۔ اور ان کے اعتراضات کا بیشتر حصہ محض سُنی سُنائی باتوں پر مبنی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے اعتراضات حقیقت کے سراسر خلاف ہوتے ہیں اور بسا اوقات ان کی زد سے سکھ مذہب بھی محفوظ نہیں رہتا۔ اس کی ایک مثال مشرقی پنجاب کے مشہور معروف سکھ ہسٹری ریسرچ سکالر سردار شمشیر سنگھ صاحب اشوک کی تصنیف "دھرم ساہت کے اتہاس" (گورمکھی) ہے۔ سردار صاحب موصوف نے اس کے ابتدائی اوراق میں قرآن شریف کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور اور گورو گرنتھ صاحب کے "مول منتر" اک اونکار ست نام کرتا پورکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سیبھنگ گور پرساد" کا مقابلہ کرنے کی جسارت کی ہے اور اس ضمن میں گورو گرنتھ صاحب کی قرآن شریف پر فضیلت ثابت کرنیکی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"اسلام جسے آخری پیشوا کا آخری مذہب بیان کیا جاتا ہے عیسائیت سے متاثر ہو کر بنا ہے اور اس کی دھرم پستک قرآن شریف کی ابتدا یوں ہوتی ہے:-

"شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور رحم والا ہے۔ ....

اور اسے آگے چل کر کچھ کھول کر اس طرح بیان کیا ہے۔

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"

اس کے آگے دو چار فقرے لکھ کر پھر شریعت کی کھینچا تانی شروع ہو جاتی ہے۔ اس عہد نامہ قدیم اور جدید سے بیشک قرآن شریف کچھ آگے بڑھا ہے۔ لیکن یہ آگے بڑھنا صرف کتاب کا منگلا چرن بنکر ہی رہ گیا ہے۔ اور اس کو تمام قرآن شریف میں ایک رس نام سمرن (خدا کی حمد اور توصیف و ثناء) کے رنگ میں استعمال نہیں کیا گیا" (ترجمہ از دھرم ساہت کے اتہاس صـ۱۲)

اشوک صاحب نے قرآن شریف سے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن شریف سے کوئی واقفیت نہیں۔ اگر آپ نے سرسری نظر سے بھی قرآن شریف کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ ہرگز ہرگز ایسا نہ لکھتے کہ قرآن شریف کی ابتدائی چند آیات میں ہی خدا تعالیٰ کی حمد مذکور ہے اور بقیہ قرآن شریف میں شریعت کی کھینچا تانی ہے۔ یہ درست ہے کہ قرآن شریف ایک مکمل کتاب ہے اور اس میں شریعت کے مسائل بھی کھول کھول کر بیان کئے گئے ہیں تا لوگ حقوق العباد میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہ کر سکیں لیکن اس کا ہر پارہ، ہر سورۃ، ہر رکوع اور ہر آیت کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کی حمد بیان کر رہی

ہے اور خدا تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کو دُنیا کے سامنے لاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کے بے مثل اور خدا کا کلام ہونے کے جہاں اور بہت سے دلائل بیان کئے گئے ہیں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کی ایک آیت کی بھی کوئی شخص مثال پیش نہیں کر سکتا اور اسکے مقابلہ میں اس جیسی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتا۔

اگر قرآن شریف کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہی غور کیا جائے تو اس کا بے مثل ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالےٰ کی دو ایسی بڑی صفات مذکور ہیں جو خدا کی بقیہ تمام صفات کا منبع اور مخزن کہی جا سکتی ہیں۔ رحمٰن کے معنے ہیں بغیر مانگے اور بغیر محنت کے دینے والا۔ اور رحیم کے معنے ہیں محنت کا بدلہ دینے والا۔ گویا اس مختصر سی آیت میں خدا کا اسم ذات اللہ بیان کیا گیا ہے اور پھر اس اللہ کی شناخت بھی ایسے مختصر الفاظ میں کروا دی گئی ہے کہ بقیہ تمام صفاتِ الٰہیہ بھی ان کے ارد گرد ہی چکر لگا رہی ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ تمام قرآن شریف بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر ہے تو یہ غلط نہ ہوگا پس دُنیا کی کوئی قوم قرآن شریف کا مقابلہ کرنا تو کجا اس کی ابتدائی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم کے مقابلہ پر بھی کوئی آیت پیش نہیں کر سکتی۔

سردار صاحب نے جس مول منتر کو قرآن شریف کی اس مقدس آیت سے افضل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اگر وہ اس پر محققانہ غور فرماتے تو ان کا دل بھی پکار اُٹھتا کہ اس کو قرآن شریف میں مذکورہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ کیونکہ یہ مول منتر اپنی اصل شکل میں نہیں ملتا بلکہ محرّف و مبدل ہو چکا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی ابتداء میں یہ مول منتر یوں مذکور ہے:-

"اک اونکار ست نام کرتا پورکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سیبھنگ گور پرساد۔"

لیکن سکھ محققین اور سکھ مؤرخین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اس کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ گورو گرنتھ صاحب میں درج ہونے سے قبل یہ مول منتر مندرجہ ذیل صورت میں پایا جاتا تھا۔

"اک اونکار ست گور پرساد سچ نام کرتار نربھو نربکار اکال مورت اجونی سنبھو گورو پورے کے پرساد۔" (ترجمہ از تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۷)

ایک اور سکھ ودوان پرنسپل تیجا سنگھ صاحب ایم۔ اے نے بیان کیا ہے کہ:-

"بابا موہن کی پوتھی میں بانی کی ابتدا یوں ہے"

بابا نانک بیدی پاتشاہ دین دُنی کا ٹکہ
اک اونکار ست گور پرساد سچ نام کرتار
نربھو نرنکار اکال مورت اجونی سنبھو گورو
پورے کے پرساد۔" (ترجمہ از جپ جی ٹیک صفحہ ۴ ایڈیشن دوم)

سوڈھی ہزارہ سنگھ صاحب پرنسپل سکھ کنیا مہاں ودیالہ تحریر فرماتے ہیں کہ بابا موہن کی پوتھیوں میں یہ مول منتر مندرجہ ذیل الفاظ میں مذکور ہے:-

"اک اونکار ست گورو پرساد سچ نام کرتا اکل مورت اجونی سنبھو گورو پورے کے پرساد۔" (گورو نانک درشن ۱۵ جون ۱۹۳۲ء)

سوڈھی صاحب موصوف نے گورو گرنتھ صاحب سے پہلے مروجہ مول منتر کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:۔

"کیا مندرجہ بالا حوالہ جات کا یہ مطلب ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کا موجودہ پہلا ٹیک پاٹھ گورو ارجن صاحب کا ترمیم شدہ ہے؟"

(ترجمہ از گورو نانک درشن ۱۵ جون ۱۹۳۲ء)

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کی ابتداء میں درج شدہ مول منتر جسے سردار شمشیر سنگھ صاحب اشوک نے قرآن مجید کی ابتدائی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے افضل ثابت کرنیکی ناکام کوشش کی ہے اپنی اصل حالت میں قائم نہیں بلکہ خود سکھ ودوانوں کو مسلّم ہے کہ یہ اس کی تبدیل شدہ اور ترمیم شدہ شکل ہے۔ ایک محرّف و مبدّل مول منتر کو قرآن شریف کی پاکیزہ آیت کے مقابلہ پر پیش کرنا اور قرآن شریف کی آیت سے افضل ثابت کرنیکی ناکام سعی کرنا ایک ایسی جسارت ہے جس کی شاید ہی کوئی مثال مل سکے۔

قرآن شریف کی بسم اللہ کو گورو گرنتھ صاحب کے محرّف و مبدّل شدہ مول منتر پر ایک یہ بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ قرآن شریف میں ہر جگہ ایک ہی شکل میں موجود ہے۔ مگر سردار شمشیر سنگھ اشوک کا پیش کردہ مول منتر گورو گرنتھ صاحب میں مختلف شکلوں میں ملتا ہے۔ یہ بھی اس کے محرّف و مبدّل ہونے پر دال ہے۔

چنانچہ خود سردار شمشیر سنگھ صاحب نے ہی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"مول منتر کی آگے چل کر گورو گرنتھ صاحب میں دو شکلیں ہوگئی ہیں جو یوں ہیں:۔
اک اونکار ست نام کرتا پورکھ گور پرساد
اور۔ اک اونکار ست گور پرساد۔ اور انکا استعمال راگوں۔ واروں یا شبدوں کی ابتداء میں متعدد مقامات پر ہوا ہے۔"

(ترجمہ از دھرم ساہت کے اتہاس صہ ۱۲)

سردار شمشیر سنگھ صاحب اشوک کی مندرجہ بالا تحریر سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کو گورو گرنتھ صاحب کے مول منتر سے متعلق بھی پوری واقفیت نہیں۔ آپ ایک مشہور سکھ ودوان اور ہسٹری ریسرچ سکالر ہیں۔ آجکل آپ محکمہ پنجابی پٹیالہ میں ریسرچ سکالر ہیں۔ آپ نے گورو گرنتھ صاحب کے مول منتر سے متعلق یہ تحریر کیا ہے کہ اس کی دو اور شکلیں گورو گرنتھ صاحب میں ملتی ہیں حالانکہ اس کی دو شکلیں نہیں بلکہ تین اور شکلیں ہیں اور تیسری شکل یوں ہے:۔

"اک اونکار ست نام گور پرساد"

یہ مول منتر گورو گرنتھ صاحب کے دو مقامات پر درج ہے۔ (ملاحظہ ہو صہ ۸۱ و صہ ۵۴۲)

بعض سکھ ودوانوں نے بھی مول منتر کی اس تیسری شکل کا گورو گرنتھ صاحب میں پایا جانا تسلیم کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو گورو گرنتھ صاحب ٹیک دیباچہ صہ ۲۲ و رسالہ گورو نانک درشن ۱۵ جون ۱۹۳۲ء) ✦

مولوی فاضل جامعہ احمدیہ کا نہایت شاندار نتیجہ!

پنجاب یونیورسٹی میں جامعہ احمدیہ کا طالب علم اوّل رہا!!

ایک نابینا حافظِ قرآن بھی امتحان میں کامیاب ہوا!!!

امسال پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں جامعہ احمدیہ کے طالب علم سید عبد الحی صاحب آف کشمیر یونیورسٹی بھر میں اوّل آتے ہیں۔ الحمد للہ۔ اسی طرح حافظِ قرآن محمد اعظم صاحب نابینا طالب علم جامعہ احمدیہ بھی مولوی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ثم الحمد للہ۔ یونیورسٹی میں مولوی فاضل کے نتیجہ کی اوسط ۲۲ء۵ ہے اور جامعہ احمدیہ کے طلبہ کی کامیابی کی نسبت ۵۳ء۵ ہے۔ گویا جامعہ کی کامیابی کی نسبت یونیورسٹی کی نسبت سے اڑھائی گنا زیادہ ہے۔ کامیاب ہونے والے طلبہ کے نام اور حاصل کردہ نمبر حسب ذیل ہیں:۔

(۱) سید عبد الحی صاحب (یونیورسٹی بھر میں اوّل)	۵۲۵	(۹) شیخ رشید احمد صاحب اسحاق	۳۳۸
(۲) محمد بشیر صاحب شاد	۴۲۶	(۱۰) غلام نبی صاحب صحرائی	۳۳۳
(۳) سلطان محمود صاحب انور	۳۹۷	(۱۱) چوہدری منیر احمد صاحب عارف	۳۱۱
(۴) محمد سلطان صاحب اکبر	۳۹۳	(۱۲) ملک عزیز احمد صاحب	۲۸۰
(۵) حیات عمر صاحب	۳۶۰	(۱۳) عبد الرشید صاحب جالندھری	۲۷۳
(۶) میاں محمد سعید صاحب درد	۳۴۹	(۱۴) حافظ محمد اعظم صاحب	۲۷۱
(۷) مرزا عبد الحق صاحب	۳۴۸	(۱۵) راجہ نذیر احمد صاحب	(کمپارٹمنٹ انشاء)
(۸) محمد افضل صاحب فاروقی	۳۴۷		

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کامیاب ہونے والے اصحاب کے لئے یہ کامیابی ہر طرح سے بابرکت کرے اور انہیں خدمتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ آمین

(پرنسپل جامعہ احمدیہ احمد نگر)